

آسان اسلامی آئین

از خاکپائے رحمۃ للعلمین
ظہیر احمد تاج

غزالی پبلشرز * ۶۵ م غزالی روڈ * بلاک ۲ سوسائٹی کراچی ۲۹

اے شاعر تیرے دل کا جب حال کھلا ہم پر
کوزہ میں سمندر کو تاحدِ نظر دیکھا

بشکریہ بصد دل

گرامی منزلت خواجہ حمیدالدین شاہد

طیب ادیب

۱۱ - مارچ ۷۵ء

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ قف (۱۹/۳)

اللہ جلّ شانہٗ کا پسند کیا ہوا دستورِ حیات صرف اسلام ہے

تحقیقی مُقالہ

ممالکِ اسلامیہ کے لئے

آسان اِسلامی آئین

از خاکپائے رحمۃ للعالمینؐ

ظہیر احمد تاج

مُؤلّف

رحمۃ للعلمینؐ، سیدالانبیاءؐ، رسولِ اکرمؐ، اُسوۂ حسنہؐ، اُسوہ عالیہ امام حسینؑ، اُسوۂ اسلاف، اشارات، مقامِ امامت، قانونِ فطرت، فیصلہ فکر و فلاح، راہِ عمل، فلاح و تعلیم، عظمتِ قران، تفسیر نورِ قران، مقام عدالت معاشیات اور اسلام، آدابِ فرائض، عصرِ حاضر اور اسلام، پھول ہی پھول، اسلامیات، دینیات، طلوعِ اسلام (چھ حصے)، نورِ اسلام (چھ حصے) وغیرہ

تاج منزل، غزالی روڈ، پی ای سی ایچ سوسائٹی کراچی ۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تہدیہ

اِلی اللہِ عزّ شانہ

اے اللہ ربّ کریم! تمام حمد و ثنا آپ کے لئے ہیں، آپ کے حضور میں ہدیۂ دل کو "آسان اسلامی آئین" کی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں کہ آپ کے تقرّب کا اس سے بڑھ کر اور کوئی تحفہ نہیں اور انسانوں کے لئے دنیا اور آخرت میں امن و عافیت اور فوز و فلاح کا اس سے بہتر کوئی لائحہ عمل نہیں

یہ آپ کے قرآنِ عظیم کا فکر ہے، آپ کے سب سے پیارے نبی رحمۃ للعٰلمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کا فیض ہے، آپ کے پسندیدہ اسلام کی شاہراہ ہے، دارِ آخرت کا ذخیرہ ہے، میری برسہا برس کی تمناؤں کا چمن اور ایک ایک پھول اور کانٹے پر غور و فکر کا حاصل ہے۔

اے مالکُ الملک! اے ربِّ رحیم!

"آسان اسلامی آئین" کو حسنِ قبول عطا فرما کر نقشِ جاوداں بنا دیجئے، آمین

ہدیۂ دل لے کے جب اُن کے حضور آتا ہوں میں
امرِ کُن کا حاصلِ تفسیر ہو جاتا ہوں میں

خاکپائے رحمۃ للعالمین
گدائے کرم ظہیر احمد تاج عفا اللہ عنہ

حُسنِ ازل

تیرے لئے حسین تریں دل کو بنا رہا ہُوں میں
جذبۂ شوق کی قسم! اور کوئی لگن نہیں؛

ناچیز تاج

تعارف

ادارہ قومی کتب خانہ لاہور کے مشہور ادیب اور مدیر جناب سید نظر زیدی نے آسان اسلامی آئین" کو پڑھ کر چند سوالات اٹھائے ہیں۔ جن کے جواب میں درج ذیل سطور قارئین کے لئے اسلامی آئین سے تعارف اور گہری دلچسپی کا باعث ہوں گی۔

برادر محترم سیّد نظر زیدی صاحب زیدّ مجدکم العالی

الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ والسلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ گرامی نامہ ملا۔ توجہ فرمانے کا شکریہ۔ انشاء اللہ العزیز "آسان اسلامی آئین" وقت کی آواز ثابت ہوگا اور زمانے کی دیرینہ اور دیرپا ضرورت کو پورا کرے گا۔ کتاب کی افادیّت اس کے افتتاحیہ سے نمایاں ہے۔ اس کے آغاز میں جو سوال قائم کیا ہے وُہ موضوعِ بحث ہے اور اس کا جواب سلیم فطرتِ انسانوں کا اطمینان! قرآن عظیم نہ صرف مسلمانوں کا بلکہ تمام انسانوں کا دستورِ حیات ہے۔ اسے دستورِ حیات کہنا یا اسلامی آئین کے نام سے موسوم کرنا یکساں ہے،

کسی ملک و قوم کا آئین فرد اور جماعت دونوں سے متعلق ہوتا ہے اور بہتر آئین کی ہر زمانہ میں لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ موجودہ آئین کو خود اُس کے بانی (صدرِ مملکت) نے ناقابلِ ترمیم نہیں کہا ہے اور انسانوں کا بنایا ہُوا کوئی بھی آئین دوامی نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ آج کل اخبارات میں اعلانات آ رہے ہیں کہ صدرِ محترم مکمل اسلامی آئین دینے کے لئے تیار ہیں۔ ہر حالت میں ہمارا کام یہ ہے کہ ایسی تمام کوششوں میں، خواہ وہ کسی کی جانب سے ہوں، تعاون کریں اور بتائیں کہ اسلامی آئین کیا ہے اور اس کے مبادیات کون سے ہیں تاکہ اہلِ فکر و نظر اسلامی آئین کے نفاذ کا نہ صرف پُرخلوص مطالبہ کریں بلکہ یہ بھی جانتے ہوں کہ وہ کیا طلب کر رہے ہیں اور انہیں کیا دیا جا رہا ہے۔ "اسلامی آئین" ایک دفعہ بن چکا ہے وُہ قرآن حکیم ہے۔

"اسلامی آئین" کو نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔

خالقِ کائنات کا بنایا ہوا "اسلامی آئین" چودہ سو سال سے موجود ہے۔ لیکن اس کی اجتماعی تابناک مقصدیّت اور افادیّت غیر مسلم تہذیبوں اور کافرانہ مدرسہ ہائے افکار کے زیرِ اثر بیسیوں دبیز پردوں میں چھُپ گئی ہے۔ حقیقت کو اکثر مخلصین آشکارا دیکھتے ہیں اور تڑپ اٹھتے ہیں۔ مگر مذکورہ حجابات کی وجہ سے اُسے لوگوں کو دکھا نہیں پاتے۔ عوام اہلِ علم سے اسلام کی برکتوں والی باتیں سنتے ہیں اور دل سے انہیں اپنانا چاہتے ہیں مگر اسلامی آئین کے نفاذ کے بغیر اُن کی یہ آرزو پوری نہیں ہوتی۔ غور فرمائیے صدیوں سے

آئین اور قانون کی تعریف کسی ملک کے باشندوں کی اکثریت کے بنیادی مطمحِ نظر اور قومی رجحانات کے زیرِ اثر جو نظامِ حکومت بروئے کار لایا جائے۔ اُس کے اصول و ضوابط کی کتاب کو اس ملک کا آئین کہتے ہیں۔

اقتدارِ اعلیٰ (SOVEREIGN POWER) کے اُن اوامر اور نواہی کا نام قانون ہے جو حکّام اور عدلیہ کے ذریعے لوگوں پر نافذ کئے جائیں تاکہ شخصی حقوق اور جماعتی وقار کی حفاظت کی جائے اور شعبہ جاتی زندگی میں اعتدال قائم رکھا جائے۔

اس کتاب میں ہمارا موضوع "اسلامی آئین" ہے۔ اس لئے ہم فی الحال اِسی پر گفتگو کریں گے اور "اسلامی قوانین" کے بیان کو ایک علیحدہ کتاب کے لئے محفوظ رکھتے ہیں

پڑے ہوئے حجاباتِ قلب و نظر کو اٹھا کر اسلامی آئین سے انسانوں کو متعارف کرانا کس قدر اہم کام ہے۔ یہی میری کوشش اور کاوش ہے۔

آپ نے کتاب کو تجارتی اور کاروباری مقصد" کے تحت ڈھالنے اور موضوع بدلنے کے لئے کہا ہے۔ محترمی! یہ مقصد میرے دائرہ فکر سے باہر ہے۔ کتاب کا اگر اپنا مقصد متعین اور واضح نہیں تو تجارت بھی اُس کا مفید مقصد نہیں بن سکتی۔ بعض کتابیں اوّل اوّل نظر میں نہیں جچتیں۔ پبلشرز انہیں قبول نہیں کرتے مگر وہی کتابیں جب چھپ جاتی ہیں تو ملک بھر کی کتابوں میں سرفہرست ہوتی ہیں۔ چوہدری افضل حق کی "زندگی" نسیم حجازی کی "داستان مجاہد" اور اس ناچیز کی "اسلامیات" کو کتنے ہی پبلشروں نے چھاپنے سے انکار کر دیا تھا۔ احسن نے ڈرتے جھجکتے انہیں چھاپا پھر یہی کتابیں مصنفین اور خود محترمی احسن کے اعزاز کا باعث ہوئیں۔

کتاب کو تبلیغی حیثیت سے پیش کرنے کے لئے آپ نے مشورہ دیا ہے۔ شاید آپ نے اسے سرسری نظر سے دیکھا ہے۔ دراصل تبلیغ اسلام کی دو نوعیتیں ہیں ایک عرض و نصیحت دوسری امر بالمعروف و نہی عن المنکر (نیکیوں کو حکماً رائج کرنا اور برائیوں کو حکماً روکنا) پہلی نوعیّت اختیاری ہے جو عام طور پر غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام سے متعلق ہے یہ فرضِ کفایہ ہے۔ دوسری نوعیّت انتظامی اور حکومتی ہے۔ یہ مملکت کے استحکام اور رعایا کے امن و عافیت کے لئے لازمی ہے اور ملّتِ مسلم کے ذمہ دار افراد (حاکموں اور عالموں[1]) پر فرضِ عین ہے۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کی اس نوعیّت کا جامع ترین نام "اسلامی حکومت" ہے۔ اور یہ اسلامی آئین (قرآنی دستور) کی عملی شکل ہے۔ زیرِ نظر کتاب کو تبلیغ اسلام کی انتظامی، استحکامی اور ذمہ دارانہ حیثیت سے پرکھئے اور اس کی بے انتہا ضرورت کا اندازہ لگائیے۔ انشاء اللہ آپ مطمئن اور مسرور ہوں گے۔ والسلام

کراچی ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۴ء — ناچیز طیب احمد تاج

---

[1] اسلام میں علماء کی حیثیت تارک الدنیا شخص کی نہیں بلکہ اعزازی مجسٹریٹ کی سی ہے۔ جو مملکت کے افراد اور جماعتوں کے اخلاقی اور تہذیبی اُمور کی نگہداشت کے ذمہ دار ہیں۔ اصلاحِ امّت کے محدود معاملات میں اسلامی حکومت اُن کے اوامر کو تسلیم کرتی ہے۔

نوائے وقت

سربراہانِ مملکت کو بروقت مشورہ

مکرم المقام فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب ہلالِ پاکستان ہلالِ جرأت بالقابہ
صدر مملکت پاکستان - راولپنڈی

السلام علیکم - آپ کے مکتوب نمبر ڈی ۹۰۰۵/ پریس/ ۶۱ مورخہ ۳ر اکتوبر ۶۱ء کے حوالہ سے میں نے اپنا مقالہ "پاکستان کا آسان اسلامی آئین" آپ کے ملاحظہ کے لئے ۲۰ر اکتوبر کو بھیجا تھا۔ جو ڈاک رسید کے مطابق ۲۲ر اکتوبر کو آپ کے آفس (PRESIDENT HOUSE) میں وصول ہُوا ہے۔ اُمید ہے آپ نے پڑھا ہو گا۔ براہِ کرم اپنے تاثرات تحریر فرمائیں۔ اس بارے میں اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ آئین کے متعلق آپ کے بیانات اخبارات میں پڑھے۔ بہت بہتر کیا کہ آئین کے اعلان کو چند مہینوں کے لئے ملتوی کر دیا ہے۔ اس ضمن میں اہلِ دانش سے ملاقات کرنے کا ارادہ بھی بہت مناسب ہے۔

مقالہ میں اس بات کی گنجائش ہے کہ شوریٰ میں اور مجلس تحقیق و رہنمائے قوانین میں اقلیتوں اور خواتین کے نمائندوں کو حسبِ ضرورت شریک کیا جا سکتا ہے۔ نیز اس میں اس بات کی لچک ہے کہ زمانے کے حالات سے خوش اسلوبی کے ساتھ نمٹا جا سکتا ہے

یہ مقالہ نفسیاتی اور قرآنی اصولوں پر مشتمل ہے۔ اگر آپ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے لائے ہوئے دستور کو ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ آپ کے پُر اُمید خیالات سے ظاہر ہوتا ہے تو قرآنی دستور سے زیادہ آسان کوئی دستور نہیں۔ اس کو مملکت پاکستان کا دستور تسلیم کر لینے سے آپ کی حق شناسی اور عزت اقوامِ عالم میں بے حد بڑھ جائے گی اور دین کی اشاعت و تبلیغ کا کام نہایت عمدہ ہو گا۔ اس کا مزید ثواب آپ کو ہمیشہ ہمیشہ ملتا رہے گا۔ اس وقت اللہ پاک نے آپ کو فیصلہ کُن مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ کے صحیح فیصلے سے اللہ اور رسول خوش ہوں گے۔ قوم سرفراز ہو گی اور غیر مسلم اقوام اسلام سے مانوس ہوں گی۔ یہ آپ کے لئے بے حد عظیم ذخیرۂ آخرت اور لوگوں کے دلوں

میں عزت کا باعث ہوگا۔ اور غلط فیصلے سے اس کے برعکس نتائج ہوں گے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط

صدرِ محترم۔ ہر شخص کو فکر و عمل کے اظہار کا موقع ملتا ہے۔ صحیح فکر اور صحیح عمل نجات کا سبب ہے۔ غلط فکر اور غلط عمل عذاب کا۔ زندگی کی مدّت بہت مختصر ہے۔ اس مدت میں بعض لوگ اچھّے بن جاتے ہیں اور بعض بُرے۔ اس دنیا میں ہر شخص راہی ہے اور ہر راہی کی منزل آخرت ہے

ع بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

وہ لوگ خوش نصیب اور کامیاب ہیں جو اللہ کے بتائے ہوئے اور رسول اللہ کے آزمائے ہوئے طریقہ پر زندگی بسر کرتے ہیں۔

مجھے آپ کی نیک نیتی اور بالغ نظری نے ہمّت دلائی کہ آئین کی مشکل راہ میں آپ سے تعاون کروں۔ اللہ سبحانہ، قبول فرمائیں اور مدد فرمائیں۔ والسلام

مخلص

ظہیر احمد تاج

۶۱ — ۱۱ — ۱

جواب آنجناب صدرِ مملکت نے سرکاری طور پر زیرِ نظر "آسان اسلامی آئین" کی تحسین کا خط بھجوایا اور ذاتی طور پر اپنی تحریر میں مندرجہ ذیل مکتوب بھیجا:۔

۱۰ر نومبر ۱۹۶۱ء

محترمی ظہیر احمد تاج صاحب

السّلام علیکم

پاکستان کے اسلامی آئین پر آپ کا مقالہ میں نے بغور پڑھا ہے۔ آپ نے جس محنت اور جذبے سے اپنے خیالات پیش کئے ہیں، ان کی میں دل سے قدر کرتا ہوں اور آپ کا شُکر گزار ہوں۔

نئے آئین کا مسوّدہ تکمیل کے آخری مراحل طے کر رہا ہے۔ جب یہ آئین آپ کے سامنے آجائے گا، تو مجھے اُمید ہے کہ آپ محسوس کریں گے کہ اس میں اس بات کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے، کہ جدید ماحول کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ ہم اپنے نظامِ عمل کو اسلام کی بُنیادی

سانچے میں ڈھال سکیں۔

آئین سازی کا کام ایک مسوّدے کی تکمیل کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتا۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے، جس کے لئے لازمی ہے کہ وہ ہمارے بڑھتے ہوئے تجربے اور علم کا پورا پورا ساتھ دیتا رہے۔ اگر ہماری قوم کا شعور بیدار رہا، اور اُن کی تعمیری صلاحیتیں بروئے کار آتی رہیں تو مجھے یقین ہے کہ انشاء اللہ ہماری زندگی، نظامِ مملکت اور رُوحانی نصب العین میں وہ ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی جو اسلام کا عین منشا ہے۔

اس کام میں آپ جیسے باعلم اور محبِّ وطن حضرات بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ میری دُعا ہے کہ خدا آپ کو ملک و قوم کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ والسلام

خیر اندیش محمد ایوب خان

اس مکتوب کی وصولیابی کے بعد صدرِ موصوف سے خط اور تار کے ذریعے کئی مرتبہ گزارش کی گئی کہ پاکستان میں اسلامی آئین نافذ کرنے کے لئے گفتگو اور مشورہ کا وقت دیا جائے، مگر ہر مرتبہ عدیم الفرصتی کا جواب ملا۔ یاد دہانی کا حسبِ ذیل رجسٹری خط روانہ کیا گیا۔

اَلحَمدُ لِلّٰہِ

۲/۶۵۔ ایم غزالی روڈ۔ کراچی

مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۶۴ء

گرامی محترم فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب بالقابہ صدرِ پاکستان

پریذیڈنٹ ہاؤس۔ راولپنڈی

السلام علیکم و رحمتہ اللہ۔ نومبر ۱۹۶۱ء کے بعد یہ خط ملک و ملّت کی اشد ضرورت میں لکھ رہا ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے "پاکستان کا آسان اسلامی آئین" لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ آپ نے کسی حد تک نوٹس لیا اور ناچیز کی کاوش کو سراہا۔ کاش آپ قرآنی دستور کو قبول کر لیتے۔ اس کے بعد ملک و ملّت کی فلاح و خوشحالی کی راہیں استوار ہو جاتیں اور اب جو ہنگامی دور، صدارتی انتخاب کی وجہ سے متوقع ہے اہلِ پاکستان اس سے پریشان نہ ہوتے۔

بہر حال ملک و ملت کی خیر خواہی میں سوچنے اور عمل کرنے کا اب بھی وقت ہے۔ قرآنی دستور کو نافذ کرنے کا اعلان فرما دیجئے۔ اور ایک مجلسِ رہنمائے آئین و قوانین بنا کر انتخابی مسئلے کو اس کے سپرد کر دیجئے۔

مجھے یہ دیکھ کر سخت رنج ہے کہ بعض لوگوں نے صدارتی انتخاب کو کھیل سمجھا ہے۔ حالانکہ یہ طرزِ عمل قوم و ملک کی قسمت سے یقیناً کھیلنا ہے۔ عوامی ووٹوں کے ذریعے صدر کا تبدیل کرنا، یا نیا انتخاب کرنا غیر اسلامی فکر ہے۔ مسلمانوں کا صدر دائمی رہ سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ مسلمان ہے۔ اور صدارت کی شرائط کا حامل ہے۔ آزمودہ اچھے امیر کا تبدیل کرنا درست نہیں لیکن جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب غیر اسلامی فکر کی راہ پر چلنے کے باعث ہے جس میں آپ کے طرفدار اور حزبِ اختلاف والے سب لوگ شامل ہیں اور اُس اخلاقی و ذہنی پستی اور غیر معتدل معیشت کا سبب ہے جس سے قوم مسلسل دوچار ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہ وجوہات ہیں جن کی بنا پر ماحول کی تبدیلی کی آوازیں اُبھرتی ہیں۔ میں خاموش رہتا اگر حالات کو زیادہ بگڑتا ہوا اور بہتر شخصیتوں کو اور خود ملک کی ساکھ کو نقصان پہنچتا ہوا نہ محسوس کرتا۔

قرآنی دستور کا اختیار کرنا ہم سب کا دینی، ایمانی فریضہ اور اخروی نجات کا سبب ہے پورے اعتماد کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ افراد اور قوم دونوں کا فائدہ اس میں ہے کہ آپ اسلامی آئین کو ملک کا آئین قرار دے دیں۔ اللہ کریم نے آپ کو ابھی تک ایک فیصلہ کن مرتبہ عطا کیا ہے لیکن ہر شے کا ایک وقتِ معین ہے، نہ جانے یہ وقت کب ختم ہو جائے پھر ہر شخص اللہ کے سامنے اپنی صلاحیتوں کے بارے میں جوابدہ ہو گا اور ہر جی احکم الحاکمین کے حضور میں لرزاں و ترساں کھڑا ہو گا۔ حاکموں کا معاملہ اور بھی سخت ہے کہ اُن سے اُن کے اپنے اعمال کے علاوہ قوم کے اعمال کی بھی باز پُرس کی جائے گی۔

صدر محترم! صدیوں کے بعد اللہ جل شانہٗ نے آپ کو اس مقامِ اختیار پر فائز کیا ہے جہاں سے آپ قرآنی دستور کو بہ آسانی نافذ کر سکتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جو ہر حاکم کو میسّر نہیں آتا۔ لہٰذا جتنا بڑا یہ مقام ہے اتنی ہی بڑی اس کی ذمہ داری اور باز پرس ہے۔ بجا طور پر آپ نے قوم کے دنیاوی عروج کے لئے بہت کچھ کیا ہے لیکن دنیاداری کی بنیادیں حرص و ہوسناکی پر رکھی گئی ہیں؛ خود غرضی اس کا درخت ہے اور احسان فراموشی اس کا

پھل ہے۔ قرآن عظیم میں اسے "متاع الغرود" اور کثرت کے باوجود متاعٌ قلیل کہا گیا ہے۔ دنیاوی ترقی کا فائدہ اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ اُسے مزرعۃ الاٰخرۃ (آخرت کی کھیتی) بنایا جائے۔ اگر الدنیا مزرعۃ الدنیا (دنیا صرف دنیا کی کھیتی ہے) سمجھ کر محنت کی جائے تو دنیا ہی میں اس کا لازمی نتیجہ تحسینِ ناسپاس ہوتا ہے اور آخرت میں خسران و محرومی۔ اس کے مقابلہ میں اسلامی دستور کی بنیادیں رضائے الٰہی، اسلام کی سیادت، امن و راحت، اخلاق و آداب، دنیاوی ترقی اور آخرت کی نجات پر قائم ہیں جس میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔

"آسان اسلامی آئین" میں قرآنی دستور کے نفاذ کی پوری وضاحت موجود ہے۔ تاہم اس سلسلہ میں میری خدمات ہر وقت حاضر ہیں مجھے یقین ہے کہ میں متوقع پُرآشوب دور سے خوش اسلوبی کے ساتھ نمٹنے کا صحیح مشورہ دینے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔

انشاء اللہ العزیز میرے مشورں کا فائدہ آپ کی ذات کے علاوہ ہمہ گیر اور دُور رس ہو گا۔ باقی باتیں آپ کا جواب آنے پر اور ملاقات پر والسلام

اللہ جل شانہٗ کی حمد و توصیف اور خلوص نیاز کے ساتھ ظہیر احمد تاج

صدر ایوبؓ صاحب کے بعد آنے والے سربراہانِ مملکت کو کئی کئی بار تاروں اور رجسٹری خطوط کے ذریعے اسلامی آئین کے نفاذ کی جانب توجہ دلائی گئی۔

بہر حال میں نا اُمیدؔ نہیں۔ یہ مقالہ ایک علمی کوشش، اسلامی سرمایہ، آخرت کا ذخیرہ اور پوری ملّت اسلامیہ کی **امانت** ہے۔ اسلامی آئین دائمی اور ناقابلِ تبدیلی ہے اور کسی ایک ملک کے لئے خاص نہیں، جب کہ دُنیا کے تمام آئین قابلِ تبدیلی مانے گئے ہیں اور آئے دن تبدیل و ترمیم ہوتے رہتے ہیں لہٰذا پاکستان کے جملہ با اثر اراکین، امرا و سردار، علما، مرشدان، جج، وکلا، ڈاکٹر، پروفیسرز، دانشوران اور تمام ممالک اسلامیہ کے اہل حل و عقد اور اہلِ علم کو ذمّہ دارانہ طور پر متوجہ کرنے کے لئے یہ مقالہ شائع کیا جا رہا ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ط وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○

خاکپائے رحمۃً للعالمینؐ

ظہیر احمد تاج

کراچی یکم ربیع الاوّل ۹۳ھ، ۵ر اپریل ۷۳ء

فہرس مضامین

قیمت: قسم اوّل ۱۰ روپے، قسم دوم ۵ روپے

اشاعت اوّل: ۱۹۷۴ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

افتتاحیہ

"افراد اور اقوام دنیا و دین کی موافقت کے ساتھ زندگی کا سفر، خوش اسلوبی اور راحت و امن سے کیسے بسر کریں ؟"

فکر و نظر کی نارسائی | مسلمان اور غیر مسلمان سب ہی اس سوال کا خوش گوار حل چاہتے ہیں لیکن کتنے ہی حجابات ہیں جنہوں نے شاہراہِ زیست کو نظروں سے اوجھل کر رکھا ہے ۔ لوگ سوچتے ہیں مگر صحیح نہیں سوچتے ۔ دیکھتے ہیں مگر صحیح نہیں دیکھتے ۔ فکر و نظر کی نارسائی کا عالم یہ ہے کہ بعض لوگوں نے فکرِ آخرت سے قطع نظر کر کے صرف دنیا کو اپنا لیا ہے اور بعض نے دنیا سے آنکھیں بند کر کے آخرت سے لو لگائی ہے

دنیا و دین | مالک الملک اللہ جل شانہٗ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات کو اُن کے لئے مسخر اور مطیع بنایا ۔ لہٰذا تمام انسانوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ کائنات کے اسبابِ نشو و نما سے اللہ کی ہدایتوں کے مطابق زندگی کا رس حاصل کریں ۔ محسنِ کائنات سید الانبیاء آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا اَلدُّنۡیَا مَزۡرَعَۃُ الۡاٰخِرَۃِ (دُنیا آخرت کی کھیتی ہے) جو دُنیا میں بوئیں گے ۔ آخرت میں اُس کا ثمر پائیں گے ۔ گویا دنیا میں کئے ہوئے اعمال پر آخرت میں نجات یا عذاب کا انحصار ہے ۔ مسلمان، عیسائی، یہود اور ہنود سب ہی قومیں کم و بیش دین و مذہب میں یقین رکھتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ دُنیا و دین کی موافقت کے ساتھ زندگی بسر کریں لیکن دنیا و دین کو ایک ساتھ لے کر کیسے چلیں ؟

خلش | یہ صورتِ حال عام طور پر سب کے لئے اور خاص طور پر مسلمانوں کے لئے بے حد پریشان کُن ہے بھلے اور بُرے اکثر لوگوں کی طبیعتوں میں ایک خلش ہے کہ ان کا ایمان اور اعتقاد ان کی زندگی کے اعمال سے مختلف ہے ۔ وہ نہیں جانتے کہ وہ دُنیا و

دین میں موافقت اور مطابقت کیسے پیدا کریں۔ ہم گاڑی کے دو پہیوں کا متوازی اور متناسب ہونا گاڑی کی رفتار کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر حیاتِ رواں دواں کے لئے دنیا و دین میں تطابق نہیں پاتے۔

زیرِ نظر تالیف اس سوال کا جواب ہے اور شاہراہِ زیست پر ایک فکر انگیز اقدام

خوش آئند اسلامی آئین پر اور کئی حضرات نے تالیفات پیش کی ہیں جن میں سے بعض کی نمایاں قدر و قیمت اور افادی حیثیت ہے مگر آئین کمیشن پاکستان کے چیئرمین محترم جسٹس شہاب الدین بالقابہ کے کہنے کے مطابق "آپ جو باتیں بتا رہے ہیں یہ تو ہمیں پہلے کسی نے نہیں بتائیں۔" اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اہل فکر و دانش اس عنوان پر ناچیز کی کوشش کو حقیقت افروز، مسلمانوں کے تمام فرقوں کے لئے خوش آئند، غیر مسلموں کے لئے قابلِ قبول اور اکثر باتوں میں منفرد پائیں گے۔ یہ تالیف اسلام کی سادگی و پرکاری کا خاکہ ہے۔ اس میں قرآن و سیرت کی رنگ آمیزی سے اہلِ بصیرت کی چشمِ تصور، قومی استحکام کی عظیم ترین عمارت کی جھلک صاف دیکھ سکتی ہے، اور جسے نگاہِ حقیقت بین ماضی کے آئینہ میں نمایاں دیکھ چکی ہے۔

حجابات اس تالیف سے میرا مقصود بہترین آئین کی نشاندہی کرنا ہے اور خاص طور پر اُن حجاباتِ قلب و نظر کو اٹھانا ہے جن کے اندھیروں میں مسلم قوم صدیوں سے گھری ہوئی ہے ایسی حالت میں خیال و نظر، ظن و قیاس اور وہم و تصوّر نے شاہراہ زیست سے ہٹا کر بیسیوں پگ ڈنڈیاں پیدا کر دی ہیں جن پر چل کر پوری قوم فرقوں میں بٹ گئی ہے اور اکثر ایک فرقہ دوسرے فرقے سے متصادم ہوتا رہا ہے۔ ان حجابات کو اٹھائے بغیر بہت سے چارہ گروں کی تدابیر بے اثر و بے فروغ اور نشاناتِ منزل سرابِ منزل ثابت ہوتے رہے ہیں۔ کتاب کا مقدمہ ان ضروری مباحث پر مشتمل ہے۔ ان مباحث میں اہل دین و دانش کے لئے دعوتِ فکر ہے۔ یہ مقدمہ اسلامی آئین کا مزاج ہے اور اسلامی فکر و عمل کا دائرہ کار۔

کسبِ نور آئین کی بنیادی شرائط و ارکان کے واضح تذکار کے بعد باقی باتیں فروعات و جزئیات کی حیثیت رکھتی ہیں جن کا بیان قبل از وقت سمجھ کر ترک کر دیا ہے

اسلامی آئین کا اصل سرچشمہ قرآن عظیم اور اسوۂ حسنہ آنحضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ اپنے زمانے کے لوگوں سے فاران کے آفتابِ جہاں تابؐ کی زندگی بخش کرنوں سے براہِ راست کسبِ نور کرنے کی بات کروں اور بعد کے اضافات، فروعات اور جزئیات نہ بتاؤں کہ اُن میں سے اکثر مسئلے اپنے اپنے زمانے کے احوال و کوائف سے پیدا ہوئے ہیں۔ اسلامی آئین کے اختیار کر لینے کے بعد مجلسِ تحقیق و رہنمائے آئین و قانون کا ایک کام یہ ہوگا کہ وہ قرآن و سیرت، خلفائے راشدین اور ائمہ و فقہا کے ارشادات کی روشنی میں فروعات و جزئیات کو غور و فکر میں لا کر حسبِ ضرورت یا بہ نظرِ تفہیم اور مختلف جماعتوں کے معتقدات کے قرین اُن کی افادیت قائم رکھ سکتی ہے۔ یا اُن سے اِس دور کے مسائل حل کرنے میں بطورِ نظیر کام لے سکتی ہے۔

فوری نفاذ اس کتاب کے پڑھنے سے جو بات نمایاں طور پر سامنے آئے گی وہ یہ ہے کہ مملکت کے دو بڑے اجزا ہیں - ایک عدلیہ - دوسرا انتظامیہ - یہ دونوں اجزائے مملکت اگر زیرِ غور آئین کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیں تو قومی خوش حالی کی بہترین بات ہے۔ لیکن اگر ابتدائی طور پر عدلیہ کے طریق کار کو اس آئین کے مطابق متعین کر دیا جائے تو اس کے لئے نہ کسی انتظار کی ضرورت ہے، نہ انتظام کی۔ فوری طور پر اس کا نفاذ کیا جا سکتا ہے اس سے دنیائے عالم، اسلام کی برکتوں سے بھرپور فائدہ اٹھائے گی اور بہت تھوڑی مدت میں ہر طرف امن و راحت، عدل و مساوات، صدق و اخلاص اور روحانی مسرتوں کی فضا قائم ہو جائے گی۔ دوسرے جز کو نئی ہیئت دینے کے لئے کچھ وقت درکار ہوگا۔ لیکن اُسے بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پابندی کے ساتھ موجودہ انتظامیہ سے قائم کیا جا سکتا ہے۔ بعد ازاں بہت ہی مختصر مدت میں تکمیل کار بہ آسانی کی جا سکے گی۔ اس جز کی تکمیل کے ساتھ اسلام کی سیادت کا روشن آفتاب منظرِ عام پر ہوگا اور اہلِ عالم اس کی حیات بخش کرنوں سے زندگی کا نور اور دلوں کا ابدی کیف حاصل کریں گے۔

فائدہ اِس تالیف کا فائدہ ہمہ گیر ہے۔ یہ پاکستان کے ساتھ محدود نہیں دیگر تمام مسلم مملکتیں اس سے یکساں طور پر استفادہ کر سکتی ہیں۔ وہ اس آئین کو اپنے احوال و ظروف اور ملکی و جغرافیائی پابندیوں سے ہم آہنگ پائیں گی۔

خلوصِ نیّت فکر و نظر کی اصلاح کو ہمہ وقت قبول کرتا ہے۔ اور جہدِ

مسلسل سے علم و تجربہ کی راہیں کھلتی چلی جاتی ہیں۔ نیت و عمل کے ربط اور صحیح شعور کی روشنی میں تعمیری صلاحیتوں کے بروئے کار آنے سے وہ عظیم کردار اُبھرتا ہے جو تھوڑی مدت ہی میں نہ صرف افراد بلکہ پوری قوم کو حیاتِ صد سالہ عطا کر دیتا ہے۔

علمی کاوش | آخر میں یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ یہ کتاب محض علمی اور تحقیقی کاوش ہے۔ اس کا تعلق کسی فرقے، ملک اور زمانے سے نہیں اور نہ کسی سیاسی نقطۂ نظر سے پیش کی جا رہی ہے۔ میں نہ کسی فرد اور گروہ کے خصوصی معتقدات کا خوشہ چین ہوں، اور نہ اُن پر نکتہ چین۔ نہ متاثر، نہ متعارض۔ قرآنِ عظیم، اُسوۂ حسنہ آنحضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کائنات کے تقاضوں پر باہمی ربط کے ساتھ غور کرنے سے جو باتیں معلوم ہوئیں انہیں پیش کر رہا ہوں۔ اس کے مخاطب سب اہلِ فکر و نظر ہیں، جو اُسے قرآن و سنت اور اسلامی حقائق و نظائر کی روشنی میں پرکھیں اور دیکھیں کہ عام طور پر کعبۃ اللہ کے راہی غلط راہوں پر تو نہیں چل رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو انہیں اسلام کے جادۂ مستقیم پر لانے کی سعی و جہد کریں۔ اس تالیف کا کم از کم اتنا فائدہ ضرور متوقع ہے کہ سلیم فطرت انسان، قرآن و عدلیہ کی اہمیّت کو محسوس کریں گے اور اسلام کی مقصدیّت، شاہراہِ زیست اور منزلِ آخرت کو نمایاں پائیں گے۔

زندگی کا تحفہ | کائنات اللہ کا کام ہے۔ قرآنِ عظیمؔ اللہ کا کلام ہے اُسوہ حسنہ آنحضرت صلعم، ان دونوں کی مطابقت کا علم و عمل ہے' اور آخرت سب انسانوں کا انجام ہے۔ کائنات، انسان، رسولؑ، قرآن اور آخرت اللہ جل شانہٗ کے عظیم شاہکار ہیں۔ ان عظمتوں کے زیرِ اثر تحریر میں شاید کوئی خوبی پیدا ہو گئی ہو۔ جو میرے لئے ذخیرۂ آخرت اور دُنیائے انسانیّت کے لئے زندگی کا تحفہ ہو۔

دُعا | اے محترم قارئین! آئیے ہم سب اللہ جَلَّ شانہٗ سے رجوع کریں کہ دراصل حسنِ قبول، اُنہی کا ہے اور دُعا کریں

اے اللہ کریم! دینِ اسلام کے جلال و جمال کو دنیائے عالم میں
ہر جگہ ظاہر فرما دیجئے، اس لئے کہ آپ کی پسند بھی یہی ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

اللہ کا پسند کیا ہوا دستورِ حیات صرف اسلام ہے۔

مُحکم بات

اللہ جلّ شانہٗ نے اِسلام کو آئینِ زندگی اور آئینِ بندگی قرار دیا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ؕ (آلِ عمران : ۱۹)	اللہ کا پسند کیا ہوا دستورِ حیات صرف اسلام ہے۔
وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ (آلِ عمران : ۸۵)	کسی شخص سے اسلام کے سوا کوئی اور دستورِ زندگی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

مندرجہ بالا حدبندی اور واضح پابندی کے بعد انفرادی اور اجتماعی ہلاکت آفریں انجام سے بے پروائی اچھی بات نہیں۔ حددرجہ محکم بات یہ ہے کہ اسلام کے سوا کوئی بھی آئینِ زندگی دُنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں فلاح و کامیابی کی ضمانت نہیں دیتا۔ آخرت سے بیگانہ ہو کر محض دُنیا کی ترقی کا نقشہ فریب کی راہیں نکالتا ہے جس سے خود دُنیا کی زندگی، بے اطمینانی، استحصال اور طبقاتی کش مکش کی نذر ہو جاتی ہے۔

یقین ہے کہ سب مسلم اور غیر مسلم قارئین اس گنجینۂ فکر میں قرآنی فہم و فراست کے نکات سے حد درجہ دلچسپی لیں گے۔ خاص طور پر اس کے مقدّمہ میں علم و فکر کے کئی حجابات اٹھائے گئے ہیں، اُن پر گہری توجّہ فرمائیں گے

نکتۂ دلنواز سے شرح و بیاں نہ بڑھ سکے
وسعتِ داستاں بجا، دل کی مگر ہے بات اور

تاج

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

مقدّمہ آئین

الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ
والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَہُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ ؕ فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ ٭ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُہُمۡ وَ قُلُوۡبُہُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ہُدَی اللّٰہِ یَہۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ ہَادٍ ○ (سورۃ الزمر ۲۲-۲۳)

"کیا اس شخص سے کوئی بہتر ہو سکتا ہے جس کا سینہ اللہ نے دینِ اسلام کے علم و حکمت کے لئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے نورِ ہدایت پر ہے۔ اُن لوگوں پر سخت افسوس ہے جن کے دل اللہ کی یاد سے غافل ہو کر سخت ہو گئے ہیں۔ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے بہت ہی اچھا کلام کتاب کی شکل میں ایک مضمون دوسرے سے ملتا جلتا (سمجھانے کی خاطر) بار بار دھرا کر نازل فرمایا ہے۔ اس کلام سے اُن لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر اُن کی کھال اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ یہ کلامِ مقدس اللہ کی ہدایت ہے۔ اس کے ذریعے اللہ جس کو چاہے کامیابی کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے۔ اور اللہ جس کو گمراہ ٹھہرا دے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

آئین کے بنیادی اصول[۱]

کسی ملک اور قوم کے لئے مملکت کا آئین بنانے کے دو بنیادی اصول ہوتے ہیں ایک یہ کہ آئین کا مطمحِ نظر اور مقصد واضح ہونا چاہیئے۔ دوسرے یہ کہ جس قوم کے لئے آئین بنایا جائے۔ اس کی اکثریت کے رجحانات و معتقدات کا خیال رکھا جائے۔ یہ دونوں اصول ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہیں۔ مقصد میں قوم کے طبعی رجحانات کی جھلک ہو اور رجحانات پر مقصد کارفرما ہو۔

آئین کی تشکیل، اہل علم و خبر کی اہم ذمہ داری ہے اس پر صرف قومی نفسیات اور تاریخی حقائق کی روشنی میں غور کرنا مفید ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر طرز سعئ لاحاصل رہے گا۔

ناکامی کے اسباب

پاکستان کے لئے آئین میں انقلابی جماعت کے برسر اقتدار آنے سے پہلے جس نوعیت کی کوششیں کی گئیں۔ ان کی طرزِ فکر اور راہِ عمل تقریباً وہی کچھ تھی جو انگریزوں کے دور میں تھی لہٰذا اس کی ناکامی کے اسباب بھی وہی ٹھہرے جو انگریزی دور کے دستور سے عدمِ اعتماد کا باعث تھے۔

۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۰ء تک کا طویل زمانہ پاکستان کے لئے آئین حاصل کرنے کی جدوجہد میں صرف ہوا۔ لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ یہ صحیح ہے کہ پاکستان کے آئین کی تشکیل میں پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے، اب عجلت کی ضرورت ہے مگر اس اندازِ فکر میں مذکورہ دو بنیادی اصول اگر کارفرما نہ ہوں تو یہ عجلت بھی دیر والے زمانے کی ایک کڑی بن جائے گی جس سے قوم اسی مقام پر رہے گی جہاں ۱۴ سال پہلے تھی۔ یا شاید فکر و نظر کی کسی کشمکش میں مبتلا ہو جائے۔ اور یہ حالت قومی زندگی کے لئے تباہ کن ہو سکتی ہے!

آئین کمیشن کا سہوِ نظر

پاکستان کے آئین کی تشکیلِ جدید کے بارے میں آئین کمیشن نے جو سوال نامہ جاری کیا، اس میں مذکورہ دو بنیادی اصولوں کا فقدان ہے۔ سوالات کی نوعیت اور ترتیب نہ اس قسم کی

[۱] یہ اصول مؤلف کے فکر و تدبّر کا اثر ہیں، کسی سے منقول نہیں۔

ہے کہ پاکستانیوں کی اکثریت کے رجحانات کی آئینہ دار ہو اور نہ ان سوالات سے کوئی مطمحِ نظر، منزل اور مقصد اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ کسی منزل اور مطمحِ نظر کے تعیّن کے بغیر آئین بنانا نہ صرف غلط ہے بلکہ قوم کی جمعیّت کے لئے انتشار کا باعث ہو گا۔ جس کی وجہ سے گذشتہ اسّی سالہ مسلم قوم کا ذہنی اضطراب بعینہٖ باقی رہے گا۔

آئین کی مثال آئین کو ایک بڑی خود کار مشین سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے۔ مشین کا مقصد متعین ہوتا ہے۔ اور اس کی حُسنِ کارکردگی ضروری سمجھی جاتی ہے مشین کا ایک مخصوص آئین ہوتا ہے۔ اس کے پرزوں کی منفرد کیفیت ہوتی ہے۔ ہر پرزے کی خصوصی ساخت اور صلاحیت ہوتی ہے۔ پوری مشین کا ایک گورنر ہوتا ہے، اور گورنر پر بھی ایک محافظ (CHECK) ہوتا ہے۔ پھر سب پرزوں کی مناسب خوراک (OILING) ذاتی جگہ اور آزادروی (FREE MOVEMENT) اس اندازے کے ساتھ ضروری ہے کہ سب پرزے باہمی تعاون حاصل کر سکیں جس سے پوری مشین کی زیادہ سے زیادہ حُسنِ کارکردگی ظاہر ہو۔

پرزوں کی قدرتی اور سائنسی تشکیل اور ترتیب کے بغیر کسی بڑی اور چھوٹی مشین سے حُسنِ کارکردگی اور متعین مقصد کا حصول ناممکن بھی ہے اور وقت ضائع کرنا بھی، اگر لوہے کے پرزوں کی جگہ پیتل کے پرزے لگا دیئے جائیں اور پیتل کے پرزوں کی جگہ فولاد کے پرزے فٹ (FIT) کئے جائیں، کچھ پرزوں کو خوراک (OILING) دی جائے اور کچھ کو خشک رکھا جائے پرزوں کو غلط جگہ پر لگایا جائے۔ یا بعض پُرزوں کو ایک دوسرے سے رگڑ کھانے کیلئے کُھلا چھوڑ دیا جائے، یا محافظ (CHECK) اور گورنر کا اثر اور نفوذ سب پرزوں تک نہ ہو تو ان سب صورتوں کا مشین کی کارکردگی پر اثر انداز ہونا ضروری ہے۔

آئین میں کسی دوسری قوم کی نقل مفید نہیں

پھر جس طرح وقت دیکھنے والی گھڑی سے تھرمامیٹر کا کام نہیں لیا جا سکتا۔ اور لکڑی کاٹنے والی آری سے لوہا نہیں کاٹا جا سکتا، اسی طرح ایک مخصوص رجحانات اور تمدن رکھنے والی قوم دوسری مخصوص خیالات اور تہذیب کی خوگر قوم کے پیش نہادہ آئین و رسوم سے صحیح فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ الّا یہ کہ مرعوب قوم کے قومی خصائص، غیر قومی امتیازات کی مسلسل تعلیم و تربیت کے ذریعے زائل کرا دیئے جائیں، مگر اس صورت میں یہ قوم مرعوب ذہنیت کا شکار ہو کر اپنی

قومی حیثیت کھو دے گی، اور خود مختار، آزاد اور ممتاز شان کبھی حاصل نہ کر سکے گی۔ یہ بے حد بُرا اور بہت بڑا نقصان ہوگا۔

ہندوستان میں انگریزی آئین کا انجام

اس نفسیاتی مثال کی روشنی میں جب ہم انگریزوں کے ۱۸۶۲ء سے ۱۹۴۷ء تک کے ۸۵ سالہ آئینی دور پر نظر ڈالتے ہیں، تو ہمیں اِس کے خلاف ہندوستان کے تقریباً تمام طبقوں کی طرف سے عدمِ اطمینان اور ذہنی کش مکش کا طویل سماں نظر آتا ہے۔ جس کا نتیجہ مختصر لفظوں میں ہندوستان سے انگریزوں کی رخصت ہے۔

انگریزی آئین کا نقصان

انگریزی آئین میں سب سے زیادہ جس چیز سے مسلمانوں کو اور خود انگریزوں کو نقصان پہنچا وہ اہل علم کے ایک بڑے طبقے کی امورِ مملکت میں عدمِ شمولیت ہے۔

انگریزی آئین میں اس بات کے لئے گنجائش نہیں تھی کہ اسلامی رجحانات کو باقی رکھتے ہوئے علماء امورِ سلطنت میں حصہ لے سکتے، نتیجہ یہ ہوا کہ اہلِ علم کا یہ بڑا طبقہ روزی کے اکثر ذریعوں سے محروم رکھا گیا، جس کی وجہ سے پوری مسلم قوم پر بے حد اقتصادی بار پڑا۔ اس عرصہ میں مسلمان امیر سے غریب تر ہو گئے اور علوم و فنون اور کاروبار میں پست ہوتے چلے گئے، جس طرح مشین کے اہم پرزوں کو کھلا اور بیکار رکھنے سے وہ پُرزے دوسرے پرزوں سے رگڑ کھا کر ان کو بیکار بناتے ہیں اور خود بھی نقصان اٹھاتے ہیں، اسی طرح علماء کی امورِ مملکت سے علیحدگی کے باعث نہ صرف مسلم قوم کو تاریخی نقصان پہنچا بلکہ خود انگریز بھی ان کے مسلسل عدمِ اعتماد اور مخالفانہ جدوجہد سے جانبر نہ ہو سکے۔

پاکستان کے مُطالبہ کی بنیاد اسلامی حکومت کا نظریہ تھا

پاکستان کی بنیاد دو قومی بلکہ سہ قومی نظریے پر رکھی گئی تھی یعنی ہندوستان میں ہندو، مسلمان اور انگریز تین قومیں تھیں، مسلمانوں کا فکر و مطالبہ تھا کہ مسلمان من حیث القوم ایک

آزاد وطن کے مالک ومختار ہوں جس میں اسلامی نظریات اور آئین کے مطابق حکومت چلائیں، مسلمانوں کی طویل جدوجہد اور عظیم قربانیاں راس آئیں اور اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل وکرم سے مسلمانوں کو پاکستان بخش دیا۔

وہی پرانی راہ

پاکستان بننے کے بعد کچھ ناواقف اور خود غرض لوگوں کے ہاتھوں میں زمامِ اقتدار آگئی جنہوں نے نیک نیتی، غرض مندی یا ناواقفیت سے یہ سمجھا کہ پاکستان کو مملکتِ اسلامیہ کہہ دینا کافی ہے۔ مسلمان قوم اسلام کے عنوان سے مطمئن ہو جائے گی۔ اسلام چند معتقدات، اور نماز، روزے کے چند اعمال کا نام ہے جو لوگوں کی پرائیویٹ زندگی سے متعلق ہیں۔ اسلام کو مملکت کی اجتماعی زندگی اور امورِ مملکت سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس طرزِ فکر سے پاکستان کے آئین کی تشکیل سابقہ دور کے خطوط پر ہونا لازمی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم پریشان اور ملک تباہی کے کنارے جا لگا۔ حتیٰ کہ موجودہ انقلابی کارواں نے آکر مملکت کو سہارا دیا تاہم اسلامی آئین کی بات اب بھی تشنۂ تکمیل ہے

اسلام کا نظریہ ٹھوس حقیقت ہے

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان صرف اسلام کے نام پر بنا، اور اسلام کے نام پر ہی باقی رہے گا، مسلمان اسلام پر زندہ ہوتے ہیں اور اسلام پر ہی مرتے ہیں۔ اللہ اور رسول ؐ کی محبت اُن کا مخصوص رجحان ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اس رجحان پر قربانیاں دیں اور آئندہ بھی اسی رجحان کے ساتھ آگے بڑھیں گے۔ اسلام کا طرزِ حیات نہ صرف اُن کے لئے بلکہ ان کے ساتھ رہنے والی غیر مسلم اقلیتوں کے لئے بھی بہترین آزادی اور آسائش کا باعث ہے۔

پونے تیرہ سو سال تک اسلامی آئین سے بہتر یا متوازی آئین کوئی نہ تھا

آنحضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مبارک دور سے لے کر انگریزوں کے ۱۸۶۲ء میں ہندوستان میں قدم جمانے تک پونے تیرہ سو سال کی طویل مدت میں مسلمانوں

کا پبلک آئین اسلام رہا۔ یہ صحیح ہے کہ بعض خود غرض لوگوں نے "ملوکیت" کو ابھارا، طوائف الملوکی پیدا ہوئی۔ خود مختار حکمرانوں نے ذاتی فائدہ کے لئے لوگوں پر ظلم کئے۔ اپنے مخالفوں کو کسی آئین و قانون کے بغیر تہہ تیغ کیا۔ ان کی زبان ان کا قانون تھا۔ لیکن ان کے ذاتی ماحول، اور ذاتی انتفاع کے دائرے سے باہر سلطنت کے امور عوام کے کاروبار اور مقدمات جس آئین سے طے پاتے تھے، وہ صرف اسلامی آئین تھا۔ اس طویل عرصہ میں غیر مسلموں کا کوئی ایسا آئین نظر نہیں آتا جسے اسلامی آئین سے بہتر یا متوازی کہا جا سکے۔ یا جس پر کسی قوم نے کم از کم ایک صدی بھی قناعت کی ہو، اس حالت میں کہ اسلامی آئین کو مطلق العنان اور جاہ طلب حکمرانوں کی بے راہروی سے پے در پے زک پہنچتی رہی، پھر بھی علماء، عوام اور غیر مسلم اقلیتوں نے اسلامی آئین کی سرپرستی کو ہمیشہ اچھا سمجھا۔ تاریخی طور پر ایسا ممکن ہے کہ کسی مسلمان حاکم کے خلاف آواز اٹھی ہو۔ مگر اسلامی آئین کی سیادت کے خلاف عدم اعتماد کا کوئی محاذ قائم ہوا ہو، ایسا کبھی نہیں ہوا۔ خود آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں مدینہ اور قرب و جوار کے یہودی اور دوسرے غیر مسلم اپنے مقدمات میں آپؐ سے رجوع کرتے تھے۔

اسلامی آئین کی استعداد

اسلامی آئین کی استعداد، لچک اور بھلائی کا یہ کتنا بڑا تاریخی ثبوت ہے۔ اس طویل عرصہ میں مسلمانوں کی حکومتیں تھیں۔ ان کے کاروبار تھے۔ وہ تجارتی سفر کرتے تھے، ان کا غیر مسلموں سے ملنا جلنا تھا، لین دین تھا۔ خرید و فروخت کی منڈیاں تھیں۔ معاشرتی اور صنعتی ادارے تھے۔ عدالتیں تھیں، ملازمتیں تھیں۔ شہری اور دیہاتی زندگی تھی۔ غیر مسلم حکومتوں سے تعلقات تھے۔ غرضیکہ زندگی کی ضروریات کے سب ہی کام تھے۔ اور کسی مخالفانہ احتجاج یا بے اطمینانی کے بغیر پوری زندگی پر اسلام کی سیادت غالب تھی۔ ایسا تو ہوا کہ جب کسی غرض مند نے غیر اسلامی آئین نافذ کرنے کی کوشش کی، تو علماء، عوام اور غیر مسلم اقوام تک کو اس پر اعتراض ہوا۔ جتنا زیادہ اسلامی آئین سے دوری اختیار کی گئی۔ انتشار پھیلا اور جتنا اسلامی آئین سے قریب تر رہے، اتنا ہی اطمینان اور سکون کی فضا قائم رہی۔

انگریزی آئین کی استعداد

اس کے مقابلے میں جب ۱۸۶۲ء سے ۱۹۴۷ء تک کے انگریزی عملداری کو دیکھتے ہیں تو ۸۵ سال کے اس قلیل عرصہ میں انگریزی آئین نے ہزاروں ترمیموں کے نشتر سہے، اور بار بار بدلا گیا۔ لوگوں نے ہزاروں بار اس پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔ اس کے خلاف اور خود اس کے پیش کرنے والے انگریزوں کے خلاف ہو گئے۔

یونانی اور انگریزی تہذیب کے فکری و نظری نقصانات

۸۵ سالہ انگریزی آئین و عملداری نے جہاں خود ناکامی کا منہ دیکھا، وہاں وہ مسلمانوں کے فکر و نظر پر بُری طرح اثر انداز ہوئے۔ یونانی فلسفہ کے مضر اثرات کے بعد انگریزی آئین و تمدن، دوسرا زبردست محرک تھا۔ جس نے مسلمانوں کی بصیرت کو بے حد نقصان پہنچایا۔ کیفیت یہ ہو گئی ہے کہ اللہ اور رسولؐ سے محبّت ہوتے، اسلام سے شغف رکھنے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج ادا کرنے، قربانیاں دینے اور قرآن و احادیث پڑھنے کے باوجود عوام تو پھر عوام ہیں خواص بھی اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہیں کہ "اسلام کی حکومت کیسے قائم ہو"؟ اسلامی حکومت کے فوائد ہر عالم اور پروفیسر گنواتا ہے لیکن اسلامی حکومت چلانے کی بات معرضِ بحث میں آجاتی ہے۔

مُسلمانوں کے فکر و نظر کے زوال کے چند اسباب

اس کوتاہی کے چند اسباب ہیں، جن پر غور کرنا آئین مملکت میں پیش آنے والی مشکلات کو حل کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

عدلیہ کو زیر دست رکھنا

ان میں سب سے بڑا اور جامع اسباب پہلا سبب عدلیہ کو زیر دست رکھنا ہے اسے اس کا صحیح مقام نہ دینا، اور اللہ اور رسُول کے احکام کو حاکم و محکوم پر نافذ

کرسکنے والی با اختیار عدالت کا قائم نہ کرنا ہے۔ چنانچہ قانونِ شہادت کے مقابلے میں فتووٗں کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ عدالت میں مفتیوں کے پیش ہوئے بغیر فتویٰ نویسی کی بہتات نے ہر شخص کو منصف بنا کر عدالت سے بے نیاز کر دیا۔ مخالف اور موافق ہر قسم کے فتوے موجود، جس نے جو رائے پسند کی قبول کر لی جو راہ آسان معلوم ہوئی اختیار کر لی، بظاہر مخالف رائے رکھنے والا مجرم قرار پایا، گمراہوں نے دوسروں کو گمراہ کہا، باطل کو حق اور حق کو باطل بتایا گیا، تیرہ سو سال سے پوری ملت آپس میں دست و گریبان ہے، لیکن عدلیہ کو اس کا صحیح مقام دینے کی طرف سے آنکھیں بند، دماغ ماؤف اور دل بے حس ہیں۔ دین کے معاملات میں نہ خواص عدالت سے فیصلہ چاہتے ہیں اور نہ عوام اس جانب رجوع کرتے ہیں۔ اسی غفلت سے مسلمانوں میں فرقے بنے، اسی راہ سے ملوکیت نے سر نکالا۔ اور اسی کے باعث مِلّت کی تاریخ کے اکثر صفحات بے گناہوں کے خون سے داغدار ہیں۔ اسی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی عمارت متزلزل ہوتی رہی ہے اور اسی سے ملتِ مسلم اور خود اسلام کو بڑا نقصان پہنچ رہا ہے۔ (ناچیز کی تالیف مقامِ عدالت ملاحظہ ہو)

قرآن و سُنّت کی کثرتِ تعبیر

دوسرا سبب یہ ہے کہ قرآنِ مجید اور احادیث شریف کو سہل پسند اور اہلِ غرض لوگ زندگی کا عملی نمونہ بنانے کی بجائے اعتقادی اور رسومی چیزیں بتاتے رہے ہیں، بہت سے متکلمین کی شرحوں اور فلسفیوں کے مباحث نے قرآن اور احادیث کے متن سے مسلمانوں کی توجہ ہٹا کر انہیں "کثرتِ تعبیر" میں اُلجھا دیا ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید اور احادیث سے براہِ راست استفادہ کی اہمیت ختم ہو کر شرح در شرح، مسئلہ در مسئلہ، منطق در منطق کی کتنی ہی رکاوٹیں کھڑی ہو گئی ہیں۔

---

[1] عدالت کے بغیر وکیلوں کی پریکٹس (مفتیوں کی فتویٰ نویسی) مسلمان قوم کا واحد عجوبہ ہے، بہ حیثیت علم، فتووں کی قدر و قیمت مسلّم، لیکن بصورتِ اطلاق، ان کا ہر کس و ناکس کے ہاتھوں استعمال بے حد غلط اور اکثر باطل پرستوں اور ظالموں کی ہمت افزائی کا باعث ہوا ہے۔ تاہم زوال کا اصل سبب عدالت سے بے اعتنائی اور اسے اس کا صحیح مقام نہ دینا ہے۔

جہاں یہ طرزِ عمل ہماری بصیرت کا نقص بنا ہے وہاں اس کے برعکس طرزِ فکر یعنی احادیث وسنت کا انکار اِس سے زیادہ مہلک ہے۔ چشموں سے دریا نکلتے ہیں اور دریاؤں سے نہریں نکالی جاتی ہیں، دریاؤں اور نہروں میں کوڑا کرکٹ بھی آ ہی جاتا ہے۔ سمجھ دار آدمی کوڑے کباڑ کو ہٹا کر یا دوسری جگہ سے صاف پانی لے لیتا ہے۔

ہاں جِن اداروں کو اس کی آسانی ہو کہ وہ انسانوں کے استعمال کے پانی کو پاک صاف کرلیں۔ انہیں پانی کو صاف رکھنا ہی چاہیئے۔ قرآن مجید کی تفسیروں اور احادیث شریف میں غلط تعبیرات، اسرائیلیات اور وضعی باتوں کی قدیم محدثین علماء کی کاوشوں کی روشنی میں ضروری نشاندہی کی ہوئی موجود ہے، اب اسلامی حکومت کے تحقیقی ادارے کی یہ سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ قرآن مجید کی صحیح تفسیریں اور صحیح متن کی احادیث کی کتابیں شائع کرے تاکہ ذہنی افراط وتفریط ختم ہو جائے۔

غیر مسلم تہذیبوں کا اثر

تیسرا بڑا سبب یہ ہے کہ بارہ سو سال تک قدیم یونانی فلسفہ کی تعلیم اور غیر مسلموں کی تہذیبوں نے اور بعد ازاں مذکورہ انگریزی دور کی غلامی نے جہانگیری اور جہانبانی کے اسلامی طرزِ فکر اور اعلیٰ زندگی کو نظروں سے اوجھل کر دیا ہے۔

عدمِ تربیّت

چوتھا بڑا سبب مسلمانوں خصوصًا نومسلموں کی عدمِ تربیت (تزکیہ) اور عدمِ احتساب ہے۔ جس کی وجہ سے مندرجہ ذیل خرابیاں پیدا ہوئیں۔

(ا) قیصر وکسریٰ کے زوال کے بعد لاکھوں غیر مسلم اسلام لانے کو تو لے آئے لیکن اُن کی تربیّت کا کوئی معقول اور محکم بندوبست نہ ہو سکا۔ اور نہ ہی ان کے پرانے اعتقادات اور نئے معمولات کا احتساب کیا جاسکا۔ ان لوگوں نے اپنے آبائی مذاہب کو اسلام میں داخل کر دیا۔ غلط عقائد اور غلط اعمال نے اسلام کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی جگہ لے لی یا ان کے ساتھ خلط ملط ہو گئے یا ان کی تفسیر وتفصیل میں پیش کئے جانے لگے،

(ب) شکست خوردہ دشمنوں نے مسلمانوں کا لباس پہن کر اسلامی نظام میں رخنہ

اندازیاں کیں، جن کا بروقت سد باب نہیں کیا گیا۔

(ج) مسلمانوں کی اجتماعی تنظیمیں دینی محور کی بجائے شخصی حکومتوں کے گرد گھومنے لگیں۔ اسلام، جماعت سے افراد میں آتر آیا۔ اور افراد میں اختیاری ہو کر رہ گیا۔

(ذ) تسامح اور رواداری انصاف کہلائے، ہر ناجائز حرکت گوارا ہو گئی۔ اور دین کے ضروری اقدامات تنگ نظری سمجھے جانے لگے۔

(د) تبلیغ و اشاعتِ اسلام کی کوششیں انفرادی ہو کر رہ گئیں۔

قرآن کو کائنات سے علیحدہ رکھنا

پانچواں بڑا سبب: اللہ کے کلام (قرآن عظیم) کو اللہ کے کام (کائناتِ عالم) سے علیحدہ رکھ کر سمجھنے کا طرزِ عمل ہے جس کی وجہ سے مسلمان، زمانے کے تقاضوں سے بے خبر ہو کر زندگی بسر کرنے لگے۔ ذوقِ عمل سے محروم ہو گئے۔ اور تنازع للبقا کی جدوجہد میں اقوامِ عالم سے پیچھے رہ گئے جس کے حسبِ ذیل نتائج پیدا ہوئے۔

۱۔ صحیح علم سے محرومی

۲۔ عقل و فکر اور تدبر کا جمود

۳۔ اقتصادی اور معاشرتی بدحالی

۴۔ غیر مسلموں میں جماعتی تبلیغِ اسلام کی نفی

اسلام کے مقصد، اسوۂ حسنہ اور قرآن کی عظمت سے غفلت اختیار کرنا

چھٹا بڑا سبب: اسلام اور ملّتِ اسلام کے مقصد اور مقام کا نظروں سے اوجھل ہو جانا اور قرآنِ عظیم کی عظمت اور اسوۂ حسنہ آنحضرت محمدؐ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اہمیّت سے غفلت اختیار کرنا ہے۔ اس کی وجہ سے زندگی کے ایک نصب العین اور ایک صراطِ مستقیم کی بجائے بیسیوں نصب العین اور سینکڑوں راہیں اُبھر آئیں۔ حقائق کو افواہوں نے چھپا لیا۔ اسوۂ حسنہ کی اتباع کی جگہ غیر اسلامی رسموں اور رواجوں نے فروغ پایا۔ غلط شخصیتوں نے لوگوں کو گمراہ کیا یا غلط باتیں اچھے لوگوں سے منسوب کر دی گئیں دونوں حالتوں میں نتیجہ، اسلام میں فرقہ بندی کی کثرت ہوا۔

دنیا اور دین کی جُدائی اور مسلمانوں کی پریشانی

عوام بلکہ اکثر عالم اور معلم بھی زیادہ دُور اندیش اور دُور رس نہیں ہوتے، کہ ہر چیز کو تحقیق کی نظر سے دیکھیں، اور ہر بات کو قرآن وحدیث اور سیرتِ رسول صلعم کے معیار پر پرکھیں۔ اس لئے ان مذکورہ اسباب کی بنا پر سہل پسند لوگوں کے لئے دنیا اور دین دو جداگانہ چیزیں ہوگئیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ اور رسول اور آخرت کی زندگی پر ایمان اور عقیدے کے لحاظ سے مسلمانوں کو اسلام پیارا ہے لیکن روزانہ کی عملی زندگی میں اس کی مطابقت مشکل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس دوراہے پر مسلمانوں کا حیران و پریشان کھڑا ہونا قدرتی بات ہے۔

اسلام کی مقصدیّت

دُنیا کا کوئی کام بے مقصد نہیں ہوتا۔ ایک منزل اور مطمحِ نظر رکھے بغیر کوئی شخص سفر نہیں کرتا۔ ڈاکٹر بننے کے مقصد کے بغیر کوئی شخص ڈاکٹری کی کتابیں نہیں پڑھتا۔ پانی لانے کی خواہش کے بغیر کوئی شخص نہر کھودنے کی مشقت برداشت نہیں کرتا، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اسلام کا کوئی مقصد نہ ہو، جس کا حاصل کرنا اور عمر بھر اس کے لئے جدوجہد کرنا ضروری نہ ہو، لیکن اسلام کا مقصد مذکورہ حجابات میں پنہاں اور کثرتِ تعبیرات میں گم ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حالت میں اگر اسلام کے وعدوں کے مطابق مسلمان قوم تیار نہیں ہوتی اور خوش حالی کے نتائج نہیں نکلتے تو اس میں اسلام کا قصور نہیں بلکہ اسلام اور اسلام کے مقصد کو نہ سمجھنے کا قصور ہے۔

مشین کی نفسیاتی مثال کو دوبارہ ذہن میں لائیے اور دیکھئے کہ اگر ہر پرزہ کی چال جدا اور کام جُدا ہو تو مشین کا ایک مقصد کبھی حاصل نہ ہوگا۔ بے خبری کی وجہ سے مسلمانوں کے گروہوں، فرقوں اور افراد کا یہ حال ہے کہ ہر جماعت اور ہر فرد کا اسلام کے مقصد کے بارے میں نظریہ جُدا جُدا ہے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝ (سورۂ رُوم)

ہر گروہ کے لوگ اپنے پیش نہاد نظریئے پر خوش ہیں

مقصد کا ایک اور واضح ہونا ضروری ہے

مجھے بہت سے پڑھے لکھے صاحبان سے اسلام کے مقصد کی بابت سوال کرنے کا موقع ملا، سب کے جوابات ایک دوسرے سے مختلف تھے کسی نے کہا عبادت اسلام کا مقصد ہے۔ کسی نے جواب دیا اخلاق پھیلانا اسلام کا مقصد ہے بعض نے کہا حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنا اسلام کا مقصد ہے اور کسی نے کہا قرآن وسنّت پر عمل کرانا اسلام کا مطمحِ نظر ہے۔ اِن جوابوں کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان باتوں سے ہم اجتماعی طور پر کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جوابات تو محض عمل اور طریق کار کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کا نتیجہ (OUTCOME) کیا ہونا چاہیئے۔ بعض نیک لوگوں کا جواب کسی قدر مشترک یہ تھا کہ اللہ کی رضا حاصل کرنا اسلام کا مقصد ہے" مجھے اس جواب کی روح سے اتفاق ہے۔ لیکن اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو شخص ایک ہی وقت میں دو متضاد کام کرتے ہیں۔ دونوں کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ کام کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی شخص کا کام اسلام کے مطابق ہو سکتا ہے، دونوں کا نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اللہ کی رضا کا ہر چھوٹا بڑا کام اسلام کا مقصد ہو، اللہ کی رضا کے بہت سے نجی اور پوشیدہ کام ہیں۔ جن کا تعلق اللہ اور بندے کے درمیان ہے۔ لیکن اسلام کا اجتماعی اور سب کو نظر آنے والا ایک مقصد ہونا چاہیئے! وہ مقصد کیا ہے؟

اسلام کے مقصد کے تعین سے پہلے ضروری ہے کہ ہم انسانی نظام پر غور کریں اس لئے کہ اسلام دینِ فطرت بھی ہے اور انسانوں کا دستورِ حیات بھی۔

انسانی نظام فطرت کے مطابق ہے

نظامِ کائنات کی طرح انسانوں کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کا بھی نظام ہے۔ پہلا دائرہ انفرادی اصلاح کا ہے جس میں انسان اپنی ذات کے نفع و نقصان کی فکر کرتا ہے دوسرا دائرہ اہلی زندگی کا ہے جس میں مرد مرکزی حاکم ہے اور بیوی بچے اس کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ تیسرا دائرہ اجتماعی اور تمدنی زندگی کا ہے تمام کنبے ایک مرکزی مقصد کے حصول کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ جس میں قومی امتیاز اور خوش حالی اُبھر کر منظرِ عام پر

آتی ہے، انہی تین درجوں کو حکماء نے تہذیبِ اخلاق، تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن کہا ہے

جماعتی سیرت وکردار اور جماعتی مقصد لازم و ملزوم ہیں

انسان کی زندگی کا مقصد اللہ کی عبادت ہے (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ) اور سب انسانوں کی اجتماعی عبادتوں کا مقصد ایک فرد یا چند افراد کے ذاتی عمل پر منحصر نہیں، بلکہ وہ جماعتی عبادات و سیرت وکردار سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر جماعتی سیرت وکردار اُس مقصد کے موافق نہیں تو وہ مقصد بھی حاصل نہیں ہوگا لہٰذا سوال یہ ہے کہ اسلام کا وہ کیا مطمح نظر ہے جو بیک وقت واضح مقصدیت لئے ہُوئے ہو اور اس کی روشنی میں جماعتی فکر ونظر اور اخلاق و اعمال کی صحّت اور عدم صحّت پر بھی روشنی پڑتی ہو۔

مسلمانوں کے لئے اسلامی آئین کی ضرورت ہے یا نہیں

مذکورہ بالا اہم سوال کا جواب حاصل کرنے سے پہلے اس نکتہ پر غور کرنا بھی ضروری ہے کہ ہمیں امورِ مملکت اور نفاذِ حکومت میں اسلام کے آئین کی ضرورت بھی ہے یا نہیں، اللہ نے دنیا پیدا کی، ہمیں پیدا کیا، ملک بخشا، حکومت کا موقع دیا۔ اب ہم اپنی سمجھ بوجھ سے یا دوسرے لوگوں کے طرزِ عمل کو دیکھ کر اپنی ضرورت اور احوال کے مطابق مملکت کا ایک آئین بنالیں۔ اور اس بات سے غرض نہ رکھیں کہ اسلام کا آئین کیا ہے، اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟ بس اتنا کافی سمجھیں کہ اسلام پر اعتقادی ایمان رکھیں، اللہ، رسول، فرشتے، کتابیں اور قیامت برحق ہیں۔ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اسلام کے ارکان ہیں۔ ان کا اقرار کرلینا کافی ہے اور جب موقع ملے ان عبادتوں میں شریک ہوجائیں؟

یہ طرزِ فکر بظاہر بہت خوش آئند ہے لیکن اسی نکتہ سے سمجھ دار اور بے سمجھ، اہلِ حق اور اہلِ باطل کی راہیں جُدا جُدا ہو جاتی ہیں۔

اسلامی زندگی اختیار کئے بغیر مسلمانوں کیلئے چارہ کار نہیں

۱ - إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ (یوسف: ۴۰) اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے!

۲ - لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَ آسمان اور زمین کی مملکت اللہ کی ہے اور اس مملکت کے

اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (الحدید : ۱)
سب انتظامی امور کی باز پرس اسی کی طرف سے ہے۔

۳۔ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ (آل عمران : ۸۳)
کیا لوگ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دستور چاہتے ہیں

۴۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝ (آل عمران : ۸۵)
اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دستورِ حیات پسند کرے گا اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں خائب و خاسر ہوگا۔

۵۔ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ ط اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۵ (الانعام : ۱۶۵)
اور اللہ وہ ہے جس نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں بلند درجے دیئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔ بیشک آپ کا رب بہت جلد سزا دیتا ہے۔ اور بے شک وہ بہت بخشنے والا اور مہربان بھی ہے۔

۶۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْآ اَنْ يَّقُوْلُوْآ اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت ع ۱)
کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ محض یہ کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور انہیں آزمایا نہ جائے گا۔

۷۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ج (الحدید ۔ آیت ۲۵)
ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (میزانِ عدالت) اتاری۔ تاکہ ان کی مدد سے لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں!

۸۔ سورۂ مائدہ کے ساتویں رکوع میں یہودیوں اور عیسائیوں کا الٰہی تعلیمات سے اعراض کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے لوگ کافر ہیں، ظالم ہیں اور فاسق ہیں، پھر فرمایا۔

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ط وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ (المائدہ : ع ۷)
کیا وہ جاہلیت کی حکومت چاہتے ہیں؟ اور اہلِ یقین قوم کے لئے اللہ سے بہتر حکومت کس کی ہو سکتی ہے۔

پھر اسی سورت میں ایک اور جگہ فرمایا

۹۔ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ فَعَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسَرُّوا فِي أَنفُسِهِمْ نَادِمِينَ ○ (المائدہ ع ۸)

پس جن کے دلوں میں بیماری ہے، آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ غیروں کی دوستی کے لئے جلدی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں، کہ ہم پر کوئی گردش نہ آجائے، قریب ہے کہ اللہ مسلمانوں کو فتح دے یا اپنی طرف سے کوئی بات ظاہر کرے تو یہ لوگ ان باتوں پر جو یہ اپنے دلوں میں چھپاتے تھے، نادم ہوں گے!

۱۰۔ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ۝ (الاحزاب ع ۵)

کسی ایمان دار مرد اور عورت کا یہ کام نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول ان کے لئے کسی کام کو مقرر فرمادے، تو انہیں اپنے کام کا اختیار رہے! اور جو اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف (کوئی راہ) چلا تو وہ صریح چوک کر راہ بھولا!

۱۱۔ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي (آلِ عمران ع ۳۱)

اے نبیؐ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو!

۱۲۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۗ (الاحزاب ۲۱)

تمہارے لئے رسُول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونۂ عمل ہے!

خلاصۂ آیات

مذکورہ بالا آیات کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ حاکمیّتِ اعلیٰ اللہ کی ہے۔

۲۔ عطائے سلطنت اللہ کے احکام کے مطابق ہونا ضروری ہے!

۳۔ عطائے سلطنت ایک بڑی آزمائش ہے!

۴۔ محض قولی ایمان کچھ نہیں ہے۔

۵۔ اللہ کی کتاب کے مطابق عدالت کے فیصلے پر عمل کرنے سے عدل و انصاف کی فضا

قائم ہوتی ہے!

۶۔ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے بہت بُرے ہیں۔

۷۔ اللہ اور رسول کے مقابلہ میں غیروں کی دوستی کا سہارا ڈھونڈنے والوں کے لئے سخت وعید ہے۔

۸۔ مومن مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ اور رسول کی تعلیمات کے خلاف چلنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

۹۔ اللہ کی محبّت حاصل کرنے کے لئے اور کامیاب زندگی گزارنے کے لئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرنا ضروری ہے۔

قومی نفسیات، تاریخ، اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ مسلمانوں کے لئے اسلامی طریقِ حیات اختیار کئے بغیر نہ آخرت میں نجات ممکن ہے اور نہ دنیا میں اطمینان۔

آئین کے چار رُکن

اسلام کے مقصد پر سے حجاب اٹھانے سے پہلے ہمیں چند اصولی اور اہم باتوں کی طرف توجہ دینا ہے۔ وہ باتیں اپنی اہمیت کے لحاظ سے پورے آئین پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ پہلی بات **انسانوں کے بنیادی حقوق** دوسری بات **صدر کا انتخاب** تیسری بات **قرآن کا دستورِ حیات** ہونا۔ اور چوتھی بات **عدلیہ کا مقام** ہے۔ شروع میں جو دو بنیادی باتیں آئین کے مقصد اور قومی رجحانات کے بارے میں درج کی گئی ہیں، ان کا تعلق آئین کی غرض وغایت سے ہے۔ جنہیں آئین بنانے سے پہلے زیرِ غور لانا ضروری ہے۔ لہٰذا ہم ان دو بنیادی اصولوں کو آئین کی شرائط کہیں گے۔

اور زیرِ بحث چار اہم باتیں آئین کے اندرونی ڈھانچے سے متعلق ہیں۔ لہٰذا انہیں آئین کے ارکان کہیں گے۔

اسلام کے مقصد کی طرح ان چاروں رکنوں کی حیثیت بھی فکر ونظر کے حجابات میں گُم ہے۔

انسانوں کے بنیادی حقوق

آئین کا پہلا رکن | انسانوں کے بنیادی حقوق دو قسم کے ہوتے ہیں

(۱) حقوق اللہ۔ (۲) حقوق العباد

حقوق اللہ

اللہ کے حقوق یہ ہیں کہ ہم اللہ کو پہچانیں، اسی کو اپنا خالق، مالک، حاکم، رب اور معبود سمجھیں۔ اس کے بندے بن کر کسی اور کے بندے نہ بنیں۔ اُسے معبود مان کر کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، پورے خلوص کے ساتھ اُس کی اطاعت کریں۔ جن باتوں پر ایمان لانے کا اُس نے حکم دیا ہے اُن پر ایمان لائیں (مثلاً رسولوں نبیوں، فرشتوں، کتابوں، تقدیر اور قیامت کو ماننا) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے معلوم کر کے جس طریقہ پر عبادت کی اور مسلمانوں کو سکھائی اسی طریقہ پر عبادت کرنا بھی اللہ کے حقوق میں آتا ہے۔

حقوق اللہ کے بارے میں چند احکام یہ ہیں۔

۱۔ **اللہ کو ایک ماننا**

اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (۴۱/۶)
تمہارا خدا ایک ہے

۲۔ **اللہ معبود ہے**

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ (۳۷/۳۵)
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے

۳۔ **سب کچھ اللہ کا ہے**

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۲/۱۰۷)
آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ کی ہے)

۴۔ **سب انتظام اللہ کا ہے**

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (۶/۵۷)
(اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے۔

۵۔ **اللہ سب کا رازق ہے**

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (۱۳/۲۶)
اللہ جس کا چاہے رزق زیادہ کرے اور جس کا چاہے کم کرے۔

۶۔اپنی سلطنت کے بھید وہی جانتا ہے

اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ (۱۰/۲۰)
(غیب کا علم اللہ ہی کو ہے)

۷۔اولاد دینا اللہ کا کام ہے

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ (۴۲/۴۹)
وہ جسے چاہے لڑکیاں دے اور جسے چاہے لڑکے دے)

۸۔سجدہ اور عبادت صرف اللہ کیلئے ہے

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا (۵۳/۶۳)
اللہ کو سجدہ کرو اور عبادت کرو۔

۹۔اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ

وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (۴/۳۶)
اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔

آزادیٔ مذاہب

حقوق اللہ میں مذہب کی آزادی اور عبادت گاہوں کی حرمت بھی شامل ہے۔ہر شخص کو یہ آزادی حاصل ہوگی کہ وہ اپنے فکر، علم اور تجربہ سے جو مذہب چاہے اختیار کرے اس کے مطابق عقیدے رکھے اور اس کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق عبادت کرے۔اس کی رسموں کو بجالائے۔اور اسے اپنے مذہب کو مثبت انداز میں پیش کرنے کی سہولت ہوگی یعنی اپنے مذہب کی خالص اور کتابی تعلیمات کو اور اپنے مذہب کی مانی ہوئی بزرگ شخصیتوں کے کارناموں اور علم و عمل کی باتوں کو دوسروں کو بذریعہ تحریر و تقریر بتانے اور پہنچانے کی اجازت ہوگی۔اس بارے میں خُلق، اخلاص اور خیر خواہی کا مثبت انداز اختیار کرنا ضروری ہوگا۔ کسی مذہب کی تبلیغ میں دوسروں پر الزام لگانے اور ضد کے ساتھ مخالفت اور نفرت کا اظہار منع ہوگا۔نیز جو شخص کسی مذہب کو نہیں مانتا اسے بھی لامذہب زندگی گزارنے کی آزادی ہوگی۔ ان سب مسلکوں اور مذہبوں کے پھیلنے پھولنے کی آزادی کے ساتھ یہ شرط ضروری سمجھی جائے گی کہ کسی مذہب کے پیرو کار اپنے مذہب اور مسلک کی آزادی کے نام پر منفی انداز اختیار نہ کریں۔منفی انداز یہ ہوگا کہ ایک مذہب کے ماننے والے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو بُرا کہیں، اس سے نفرت کریں، اس کو شہری حقوق سے محروم کریں وغیرہ ہر مذہب و مسلک کی مسلّمہ کتابوں اور رسم و رواج کے مطالعہ کی عام اجازت ہوگی۔تقابلی

مطالعہ کے لئے لائبریریوں اور ریڈنگ رُوم (READING ROOMS) میں ہر قسم کی مذہبی، اور اخلاقی کتابیں رکھنے کی اجازت ہوگی۔ ایسی لائبریریاں اور ریڈنگ رومز جاری کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

حقوق العباد

نبیؐ اور رسولؐ کی ذاتِ خاص کے سوا کہ وُہ اللہ پاک کے برگزیدہ پیغمبر، منبع رشد و ہدایت اور لوگوں کی اصلاحِ ایمان و اخلاق پر مامور ہوتے ہیں۔ باقی سب مسلمان امتی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اسلام میں سب انسانوں کے پیدائشی اور بنیادی حقوق یکساں ہیں۔ کائنات کے اسبابِ نشوونما سے سب انسانوں کو اپنی صلاحیتوں کے مطابق استفادہ کی ممکن آسانی دینا، حکومت کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔ مذہب و قوم کے امتیاز کے بغیر ہر فرد کے لئے **امن کا ماحول، مذہب اور اظہارِ خیال کی آزادی، مکان۔ خوراک لباس، صحت۔ تعلیم۔ اور انصاف** کے حصُول کی آسانی ضروری ہے۔ یہ وُہ حقوق ہیں جنہیں حفاظت ذات کے حقوق یا شخصی حقُوق (PERSONAL RIGHTS) کہا جاتا ہے۔ اسلام نے انہیں انسانیت کی بقاو ترقی کے لئے اولین اہمیت دی ہے۔ اور جزا و سزا کا انحصار انہی پر رکھا ہے۔

مسلمانوں کے حقوق

مسلمان اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اُن کی زندگی کا واحد مقصد یہ ہے کہ وُہ اللہ کے فرمانبردار بندے بن کر رہیں۔ جن باتوں پر ایمان لانے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ ان پر ایمان لائیں اور جن کاموں کے کرنے کا ارشاد فرمایا ہے انہیں کریں۔ اللہ کی مرضی کے خلاف نہ غلط عقیدے رکھیں اور نہ بُرے کام کریں۔ مسلمان کے معنی فرمانبردار کے ہیں۔ اگر" ہم سچے دل سے اللہ کے فرمانبردار بن جائیں تو دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں کامیاب رہیں گے۔ اللہ کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق اپنے ماں باپ، رشتہ دار، پڑوسی، دوست، احباب، استاد، شاگرد اور تمام اہل تعلق کے حقوق

کو ادا کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

حقوق العباد کے بارے میں چند احکام یہ ہیں

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ (نساء رکوع ۶)

احسان کرو والدین پر رشتہ داروں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر رشتہ دار پڑوسیوں پر۔ اجنبی پڑوسیوں پر اور پاس بیٹھنے والے احباب پر۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے۔ فرمایا" وہ اولاد کے لئے جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی۔"

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر ماں باپ کے ساتھ احسان اور سلوک کروگے تو جنت میں جاؤگے اور اگر انہیں ستاؤگے تو دوزخ میں پہنچوگے۔

اہل وعیال کا حق

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (۶/۶۶)

(اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ سے بچاؤ۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ انسان پر اپنی ذات کا اور اپنے اہل وعیال کا حق یہ ہے کہ وہ آخرت میں نجات حاصل کرنے کی فکر کرے۔ دنیا میں اچھے کام اور اپنے اہل و عیال کی ایسی تعلیم و تربیّت کرے کہ وہ نیک زندگی گزاریں۔

عام مسلمانوں کا حق

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (۴۹/۱۰)

(سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں)

حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:۔

"اے مسلمانو اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ سلام و کلام ترک کرے۔"

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا بتاؤ نادار اور مفلس کون ہے صحابہؓ نے عرض کیا۔ مفلس وہ ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو۔ فرمایا۔ نہیں۔ مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا ذخیرہ لے کر آئے گا لیکن دنیا میں اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان باندھا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ جب اسے حساب کے

مقام پر کھڑا کیا جائے گا۔ تو مدعی لوگ آئیں گے۔ انہیں حقوق کے مطابق اس کی نیکیوں میں سے دلوا دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اُس کی سب نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ پھر اُن کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور اُسے دوزخ میں لے جایا جائے گا۔

قرآن اور حدیث کے احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی حق تلفی کرنا بہت بڑا جرم ہے جس کی سخت باز پرس ہوگی۔

غیر مسلموں کے حقوق

اسلام نے غیر مسلموں کے شخصی حقوق کو تسلیم کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے بعد اسلام غیر مسلموں کو فکر و عمل کی پوری آزادی دیتا ہے کہ وُہ اسلام کو قبول کریں یا نہ کریں لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (القرآن) (دین میں زبردستی نہیں) غیر مسلم رہتے ہوئے انہیں شہری حقوق پورے پورے میسر رہیں گے۔ اور نشوونما کے ممکن ذرائع سے استفادہ کی آسانیاں دی جائیں گے۔ یہاں تک کہ عدالتوں میں اُن کی مذہبی کتابوں کے مطابق فیصلے دیئے جائیں گے۔ مگر یہ کہ اُن مذہبی کتابوں میں واضح احکام نہ ہوں یا وُہ قرآن حکیم سے فیصلہ لینا پسند کریں۔ اس حالت میں اُن کے مقدمات کا فیصلہ قرآن سے دیا جائے گا۔

عورتوں کے حقوق

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۚ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۚ	مردوں کے لئے اُن کی کمائی کا حصّہ ہے۔ اور عورتوں کے لئے اُن کی کمائی کا حصّہ ہے اور ہم نے ہر ایک کے لئے والدین اور اقربا کے مالِ وراثت کی ملکیت مقرر کر دی ہے۔
اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۚ (النساء : ۳۲ تا ۳۴)	مرد عورتوں کا سہارا ہیں۔ اس وجہ سے کہ اللہ نے بعض انسانوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

ان آیاتِ مُبارکہ سے واضح ہے کہ عورتوں پر کسب، تجارت، حرفت اور محنت کے ذریعے کمائی کرنے کی مردوں کے مساوی اجازت ہے اور وراثت میں مردوں اور عورتوں کے حصے مقرر ہیں۔ عورتیں اپنے حصّہ کے وراثت کے مال اور جائیداد کی ویسی ہی مالک ہیں جیسا مرد مالک ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود قانونِ فطرت یہ ہے کہ مرد عورتوں کا سہارا ہیں حفاظت اور کفالت کے ذمہ دار ہیں۔ اُنہیں عورتوں کا سہارا بننے کے لئے کچھ فضیلتیں اور خصوصیتیں حاصل ہیں۔ خصوصًا یہ کہ وہ کماتے ہیں اور عورتوں کے آرام و آسائش پر خرچ کرتے ہیں۔

فطری ساخت اور قانونِ تخلیق کے تقاضوں کی وجہ سے عورت کے لئے مرد کا سہارا نہایت ضروری ہے۔ اسی انداز سے عورتوں کے حقوق اور کفالت کی نگہداشت مردوں کے ذمّہ ہے

اس کی وضاحت یوں ہے کہ کسب (یعنی کمانے) کی ذمہ داری مردوں پر لازمی ہے جبکہ عورتوں پر ضروری نہیں صرف اجازت ہے۔ اسی طرح سے عورتوں کا گھروں میں قیام کرنا ضروری اور ان کے فطری تقاضوں کی تسکین کے لئے لازمی ہے اور باہر آنا جانا غیر ضروری محض رخصت اور اتفاقی ہے جبکہ مردوں کے لئے گھروں میں بیٹھ رہنا معیوب ہے اور گھروں سے باہر محنت و کسب کرنا فرض ہے۔ البتہ تعلیماتِ اسلام کی حدود میں رہ کر اپنے وارثوں کی اجازت سے ملکی اور قومی ضرورتوں کے لئے عورتوں کو مجلسِ شوریٰ، محکمہ تعلیمات محکمہ صحّتِ عامہ اور تبلیغی اداروں میں لیا جائے گا۔ یہ وسیع تر تبلیغِ اسلام، ملکی اور عالمی مفاد کے لئے ہوگا ورنہ نہیں۔

ملازموں کے حقُوق

کوئی بھی مملکت ہو اس میں حکومت کے ملازمین کلیدی حیثیت رکھتے ہیں، اُن کے آرام و آسائش اور ضروریاتِ زندگی کی ذمہ داری مملکت پر عائد ہوتی ہے۔ ان ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ پورا کرنے پر ملازمین کی خدمات تمام باشندگانِ مُلک کی خوش حالی کا سبب ہوتی ہیں اور غفلت کے نتیجے، رشوت، ظلم اور کام چوری کی شکل میں برآمد ہوتے ہیں۔ جن کا لازمی اثر اہلِ مُلک کی بدحالی اور بے اطمینانی ہوتا ہے۔

ملازمت کا تجزیہ کرنے پر تین باتیں سامنے آتی ہیں (۱) مُلازم کا کام اور عہدہ (۲) ملازم کی قابلیت (۳) سازگار ماحول

ان تینوں امور میں موافقت اور ہم آہنگی پیدا کرنے سے ملازم کی کارکردگی بہتر سے بہتر ہو سکتی ہے اور ان میں عدمِ توازن اور عدمِ توجہی ملازم کی پریشانی یا ناجائز ذرائع آمدنی کا سبب بنتے ہیں، جس کا پوری قوم کو خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ یوں کہیئے کہ ملازموں کی ایمانداری سے پورا معاشرہ ایمان دار ہو جائے گا۔ اور ملازم کی بے ایمانی اور بے اطمینانی سے پورا معاشرہ خراب اور بدحال بن جائے گا۔

معاشی اور معاشرتی انقلابات دُنیا میں معاشی اور معاشرتی جتنے بھی انقلاب آئے ہیں، ظاہر ہے ان کے عوامل کوئی بھی ہوں مگر اندرونی خلفشار کا واحد سبب حکومت کے ملازمین کی بے اطمینانی اور معاشی و معاشرتی بے راہ روی رہا ہے۔

ملازموں کے حقوق اور حدود لہٰذا معاشرہ کو بہتر بنانے کے لئے انتہائی ضروری باتیں یہ ہیں کہ (۱) ملازمین حکومت کو زندگی کا صحیح لائحہ عمل دیا جائے (۲) اُن کی ضروریاتِ زندگی کو حکومت کی جانب سے پورا کیا جائے (۳) انہیں پبلک کاروبار اور انفرادی و اجتماعی ہر قسم کی سودے بازی میں شرکت یا سرمایہ کاری سے سختی کے ساتھ علیحدہ رکھا جائے (۴) احکامِ مملکت کے نفاذ کے لئے انہیں ضروری سہولتیں دیجائیں، مذکورہ اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ

۱۔ لائحہ عمل ہر ملازم، اسلام کے دستورِ حیات کو اختیار کرے یعنی اللہ کے احکام کو نافذ کرنا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے سُنّت عمل کو اختیار کرنا، اور آخرت میں اپنے اعمال کی بہتر جزا ملنے اور سزاؤں کے ڈر کا یقین رکھتے ہوئے، ملک اور قوم کی خدمت انجام دینا۔

۲۔ تنخواہ ہر عہدہ کی تنخواہ مقرر ہو۔ مثلاً عہدوں کو کلاس اوّل، دوم، سوم، چہارم میں تقسیم کر کے ان کی تنخواہیں مقرر ہوں۔ اور ہر عہدہ کے لئے ایک تعلیمی سند معیار ہو

۳۔ الاؤنس اضافی قابلیتوں (MERITS) کا الاؤنس دیا جائے۔ مثلاً ایک عہدہ کلاس سوم کا ہے۔ جس کے لئے معیارِ ملازمت میٹرکولیشن کی سند ہے مگر اس پر ضرورت یا اتفاق سے ایک ایم اے کام کر رہا ہے تو اسے عہدہ کی تنخواہ کے علاوہ ایم اے ہونے کا الاؤنس دیا جائے۔

ملی الاؤنس جس ملازم کی فیملی (DEPENDENTS) ہو اسے بیوی، بچوں

اور معذور والدین کا الاؤنس دیا جائے۔

سواری کا انتظام | ملازموں کو دفتروں میں لانے اور لے جانے کے لئے سواری کا انتظام حکومت کی ذمہ داری ہے۔

صحت | ملازم حکومت اور اس کے متعلقین کے لئے ہر دفتر سے ملحقہ میڈیکل شعبہ کا انتظام ہو۔ ہر ملازم کا ہر ماہ طبی معائنہ (MEDICAL CHECK UP) کیا جائے۔

مکان | ملازموں کے لئے مکانات مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔

تعلیم | ملازموں کے بچوں کی مفت تعلیم حکومت کی ذمہ داری ہے۔

ترقی | سالانہ ترقی کے علاوہ ایک عہدہ سے دوسرے عہدہ پر ترقی، محکمانہ امتحانات اور سند قابلیت کے ذریعے دی جائے۔

ممنوعات | ۱۔ کسی بھی ملازم کو تجارت، صنعت و حرفت، زراعت میں اور غیر سرکاری کاروبار میں حصہ نہ لینے دیا جائے، لیکن تعلیم حاصل کرنے اور تعلیم دینے کی خدمات اور عوام کی بہبود کے کام مستثنیٰ ہیں۔

۲۔ کسی بھی ملازم کو مذکورہ شعبہ جات میں سرمایہ کاری کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ذاتی مکان بنانا، ذاتی سواری رکھنا اور رفاہِ عامہ کے کاموں میں مال خرچ کرنا مستثنیٰ ہیں۔

اس بارے میں صرف ملازمین ہی نہیں بلکہ اسلامی تعلیمات کی رُو سے حکومت کو بھی ملکی تجارت کو اپنے ہاتھ میں لینے یا اس میں سرمایہ کاری کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:۔

مَا اَعْدَلَ مَنِ اتَّجَرَ فِیْ رَعِیَّتِہٖ — وہ حاکم عدل نہیں کرسکتا جو رعیت کی تجارت میں شریک ہو۔

دراصل تجارت کی ترقی اور رعایا کی خوش حالی آزاد تجارت اور تجارت میں مقابلہ سے ہوتی ہے۔ جبکہ حکومت کے قبضہ میں تجارت کے آجانے سے یہ مقابلہ ختم ہوجاتا ہے۔ رعایا سے خراج (TAX) وصول کرنے کے علاوہ نفع کمانے کی صورتیں پیدا کرنا تجارت کی آزادی کو ختم کرنا ہے

ھدایتیں | ۱۔ کلاس اوّل سے لے کر کلاس چہارم تک عہدوں کی تنخواہوں میں فرق ایک اور بیس سے زیادہ نہ ہو۔

۲۔ صنعتی اور فنّی ملازمتوں میں بھی عہدوں کی تقسیم ہوگی اور قابلیتوں کا الاؤنس دیا جائے گا۔ مثلاً عہدوں میں ۱۔ کارکن ۲۔ سپروائزر ۳۔ افسر ۴۔ مددگار (قلی۔ مزدور) وغیرہ ہوں گے۔

۳۔ پبلک اداروں میں بڑی صنعتوں اور کارخانوں کے مالکان، حکومت کی طرح ملازموں کو سہولتیں دینے کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور چھوٹی چھوٹی صنعتوں کے مالکان ملازموں کو عہدہ کی تنخواہ کے علاوہ زندگی کی ضروریات کے لیئے ایک خاص رقم بطور الاؤنس دیں گے۔

۴۔ ملازمتوں کے تقرر، تنزل، تعطل، علیحدگی اور پنشن کے واضح قواعد تحریری شکل میں ہوں گے، اور ان کی پابندی فریقین کے لئے لازمی ہوگی

یہ بات آئینِ مملکت کے اساسی قاعدوں میں سے ہے کہ ملازموں کے حقوق متعین ہوں اور ملازمتوں کو تحفظ دیا جائے۔

شناختی کارڈ ملازمانِ حکومت کو خصوصاً اور عام باشندگانِ مملکت کو عموماً شناختی کارڈ رکھنے ہوں گے۔

یتیم خانے اور محتاج خانے

لاوارث اور یتیم بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیّت حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح محتاج، لاوارث اور نادار عورتوں کی پرورش حکومت کے فرائض میں سے ہے۔ اس بارے میں پہلا اقدام یہ ہے کہ علاقہ کی میونسپلٹی یا ضلع کی میونسپلٹی کے ذریعے ان لوگوں کو ماہانہ وظائف دیئے جائیں تاکہ یہ لوگ اپنے گھروں میں پرورش پائیں اور تعلیم و تربیّت حاصل کریں۔ دوسرا اقدام یہ ہے کہ جو لاوارث ہوں، انہیں حکومتی یتیم خانوں اور محتاج خانوں میں رکھا جائے، اور تعلیم و تربیّت دی جائے۔

محتاج خانوں میں معذور افراد کا ممکن علاج کیا جائے۔ اور جو اعضا کار آمد ہوں اُن کے مطابق کام کرایا جائے۔ مثلاً پاؤں سے معذور اور ہاتھوں سے تندرست شخص کو بک بائینڈنگ خوش نویسی، گھڑی سازی وغیرہ وغیرہ کا کام سکھایا جائے۔ آنکھوں سے معذور شخص کو قرآن حفظ کرا کر بچوں کی تعلیم پر متعین کیا جائے۔ غرضیکہ معذور افراد کو بھی معاشرہ میں برابری کا شعور دیا جائے،

پرائیویٹ اور پبلک یتیم خانوں کی سخت نگرانی کی جائے۔

ہر ضلع میں ایسے یتیم خانے اور محتاج خانے قائم کئے جائیں۔ اور ان میں صرف اسی علاقہ کے یتیموں اور محتاجوں کو رکھا جائے۔

انسدادِ گداگری

گداگری کا ہر ممکن انسداد کیا جائے۔ جو لوگ محتاج ہیں انہیں محتاج خانوں میں رکھا جائے اور جو جزوی طور پر کام کرنے کے لائق ہوں، اُن سے کام کرایا جائے، اور یہ لوگ جس علاقہ کے باشندے ہوں، اسی علاقہ کے محتاج خانے میں رکھے جائیں۔ انہیں ان کے اعضاء کی صلاحیتوں کے مُطابق ہوم انڈسٹری کی چھوٹی چھوٹی صنعتوں کا کام سکھایا جائے اور معاشرہ کے لئے مفید بنایا جائے۔

بُھوکوں کو کھانا کھلانا ہر بستی اور آبادی میں چند مقتدر افراد کو متعیّن کیا جائے کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلانے کی ذمّہ داری قبول کریں۔ تاکہ بستی کا کوئی فرد بھوکا نہ رہے۔

بیکاری کا الاؤنس

ہر ہُنر مند شخص کو کام دلانے کا انتظام کیا جائے۔ عارضی طور پر بطور مددگار کارخانوں میں لگایا جائے اور اتنی اُجرت ضرور دی جائے کہ وہ گزارا کر سکیں اور جب تک انہیں کام پر نہ لگایا جائے تو حکومت کی طرف سے گزارہ الاؤنس دیا جائے۔ ایسا الاؤنس تین ماہ کی مدت تک کے لئے ہو سکتا ہے۔ یہ مُدّت گزرنے کے بعد اگر وہ غیر وطنی ہیں تو انہیں ان کے وطن واپس کیا جائے اور اگر وُہ اہلِ وطن ہیں تو انہیں کہیں نہ کہیں کام پر لگایا جائے۔

مُسافروں کے حقُوق

مُسافر خانوں کی تعمیر اور مسافروں کی خدمت حکومت کی ذمّہ داری ہے۔ اس سلسلہ میں سیّاحوں کی آسائش اور سفر کی سہُولتوں کا بہتر سے بہتر انتظام کیا جائے۔

حکومت کے اساسی مقاصد

اسلام کی تعلیمات میں حکومت اسلامیہ کے قیام کے ساتھ حقوق اللہ اور حقوق

العباد کی ادائیگی کی بے حد اہمیت بیان کی گئی ہے ۔ بلکہ ان حقوق کو حکومتِ اسلامیہ کے قیام کی اساس قرار دیا گیا ہے ۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ط وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ۔ (سورہ حج : آیت ۴۱)

ان لوگوں کو اگر ہم زمین کی سلطنت عطا فرمائیں تو یہ نماز قائم کریں گے ۔ زکوٰۃ ادا کریں گے ، معروفات کا حکم دیں گے ، منکرات سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے لئے ہے (یعنی انجام کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے)

مُسابقت

انسانی حقوق کی بنیادی اور طبعی حالت سے آگے کا درجہ یہ ہے کہ انسان صحیح راہ روی اور محنت و مساعی سے بہتر نتائج حاصل کرے اور دوسروں سے سبقت لے جائے چنانچہ عالم و جاہل ۔ مستعد و غافل نیک و بد برابر نہیں ہوتے ۔ بعض لوگ اپنی طبعی صلاحیتوں کو نشو و نما دے کر ترقی کرتے ہیں ۔ اور بعض غفلت اور غلط روی سے تنزّل میں پڑتے ہیں ۔ لہٰذا ایک مملکت میں لوگوں کا اپنا اپنا مقام ہوتا ہے ۔ اچھوں کو ترقی کے امکانات میسّر آتے ہیں ۔ اور بُروں کے لئے ہر قدم پر قانونی گرفت ہوتی ہے ۔

تعلیم

کسی ملک اور قوم کے بناؤ اور بگاڑ کا دار و مدار ہمیشہ اچھی اور بُری تعلیم پر ہوتا ہے ۔ علم کی اشاعت اسلام کا طرّۂ امتیاز ہے ۔ علم و اخلاق یعنی تعلیم و تربیّت اسلامی فکر و عمل کا معیار ہے ۔ اسلام میں نونہالوں کے اوّلین مکاتیب ، مساجد ہیں اور پڑھانے کے لئے سب سے پہلی کتاب کتاب اللہ (قرآن مجید) ہے ۔ اسے ناظرہ اور حفظ جیسا بھی ممکن ہو بچوں کو سب سے پہلے پڑھایا جانا ضروری ہے ۔ اس کے بعد دیگر عُلوم کی تعلیم دی جائے ۔ لیکن تعلیم کے ہر مرحلے پر قرآن باترجمہ پڑھایا جائے اور اسلامی اخلاق کی تربیّت لازمی طور پر دی جائے

مدارس کے آخری سال میں دیگر مضامین کی طرح قرآنِ پاک کا مکمل ترجمہ سیکھنا اور اس میں امتحان پاس کرنا ہر طالب علم کے لئے لازمی قرار دیا جائے ۔ ترجمۂ قرآن کے مضمون میں جو

طالب علم فیل ہو جائے، اُسے اس کلاس میں فیل قرار دیا جائے اور اس وقت تک ترقی نہ دی جائے۔ جب تک وہ اس مضمون کو پاس نہ کرلے۔ کالج اور یونیورسٹی میں قرآن مجید کے علوم کا تفاسیر اور تشریحات کے ساتھ غائر مطالعہ کرایا جائے۔ یقین ہے کہ اس طرزِ تعلیم سے ایک مثالی مسلمان اور ملک و قوم کے لئے بہترین انسان اُبھرے گا۔ جس کا فائدہ ہمہ گیر ہوگا۔

صدر کا انتخاب

آئین کا دُوسرا رُکن صدر کے انتخاب کے لئے اسلام کی تاریخ میں چار طریقے مشہور و معرُوف ہیں۔ جو یہ ہیں :-

۱۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا انتخاب بذریعہ محدود مجلسِ خواص۔

۲۔ حضرت فاروق اعظمؓ کا انتخاب بذریعہ خلیفہ کی جانب سے شخصی تعیّن۔

۳۔ حضرت عثمانِ غنیؓ کا انتخاب بذریعہ محدُود انتخاب کمیٹی

۴۔ حضرتِ علیؓ کا انتخاب۔ حسبِ ضرورت سربراہانِ سیاست کے مشورے سے۔

اہلِ علم کی نظر ان معروف طریقوں تک محدُود ہے لیکن آئین کمیشن کے جوابات میں اور اس سے پہلے اسلام کے نام پر چلنے والی تحریکوں نے صدر کے انتخاب کے لئے عوامی انتخابات کو اوّلین اہمیّت دی ہے۔ ان کی بیشتر تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ عوام اپنے ووٹوں سے کسی شخص کو صدر چُنیں۔ یہ طریق انتخاب اسلام کی روایت و درایت کے قطعاً خلاف ہے۔

عطائے رب

یہاں میں اپنے اساتذہ اور علماء سے یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اسلام میں ان چار معروف طریقوں کے علاوہ صدر کے انتخاب کا ایک اور طریقہ ہے وہ عطائے رب اور انعامِ خداوندی ہے۔ مملکت اور عزّت کا عطا کرنا اللہ کی عنایت ہے، یہ ذمہ داری خواہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وھبی اور کرم بخشی ہو یا بذریعہ انتخاب و تعیّن!

اس کے مقابلے میں مملکت اور عزّت کا چھین لینا بھی اللہ کی طرف سے ہے، اس کا سبب خواہ بیرونی دھاوا ہو یا ملک کا اندرونی احتجاج و انقلاب جس کے ذریعے ایک سے

سلطنت چھین کر دوسرے کو دے دی جائے!

۱۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ

(آل عمران ۔ ۲٦)

اے نبیؐ کہیئے "اے اللہ آپ مملکت کے مالک ہیں۔ آپ جسے چاہیں مملکت بخشتے ہیں اور جس سے چاہتے ہیں مملکت چھین لیتے ہیں۔ اور آپ جسے چاہتے ہیں عزّت دیتے ہیں اور جس کو چاہیں گرا دیتے ہیں۔ ہر قسم کی بھلائی آپ کے اختیار میں ہے (یعنی ایسا کرنا آپ کی عین مصلحت ہے)

۲۔ إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ (الاعراف ع۱۵)

بے شک زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور اچھا انجام متقیوں کا ہے۔

۳۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ؕ قَالُوٓا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (البقرہ آیت ۲٤۷)

اور جب بنی اسرائیل کے سرداروں کے مطالبے کے جواب میں اُن کے نبی نے بتایا کہ اللہ نے طالوت کو اُن کا حاکم مقرر کر دیا ہے، تو وہ کہنے لگے "کہ وہ ہم پر کس طرح حکومت کر سکتا ہے، اس سے زیادہ ہمیں حکومت کرنے کا حق ہے، اُسے مالی وسعت حاصل نہیں۔" اُن کے نبی نے فرمایا "بیشک اللہ نے اُسے تم پر حاکم چنا ہے، اسے علم اور جسم میں اللہ نے زیادہ فراخی دی ہے، اور اللہ جسے چاہتا ہے، اپنا ملک دیتا ہے، اور اللہ بہت فضل والا اور جاننے والا ہے۔

٤۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ (البقرہ آیت ۲۵۱)

داؤدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا۔ اللہ نے داؤدؑ کو سلطنت اور دانائی عطا فرمائی اور جو چاہا سکھایا۔

خلفائے راشدین کا انتخاب

حضرت صدیق اکبرؓ کو خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے امامِ جماعت مقرّر فرمایا اس کے بعد اُن کا انتخاب لازمی امر تھا۔ حضرتِ فاروقِ اعظمؓ حضرت عثمانِ غنیؓ اور حضرت علیؓ کی صلاحیتیں بھی عوام کے انتخاب کی منّت کش نہیں ہوئیں۔

علمائے اُمّت اور علمائے تاریخ نے کبھی عطاءِ رب والی حکومت پر حرف گیری نہیں کی الّا یہ کہ کسی حاکم کی بعض باتیں محلِ نظر ٹھہری ہوں، جن پر اہلِ علم نے اصلاحِ حال کی غرض سے نکتہ چینی کی ہو۔

تاریخِ ماضی میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں ہیں بلکہ عوام کے انتخاب کے ذریعے حاکموں کا برسرِ اقتدار آنا شاذ ہے۔ پاکستان کی انقلابی قیادت کے احکام کے بارے میں غالباً ایک دفعہ پاکستان کی عدالتِ مرکزیہ (سپریم کورٹ) میں سوال اُٹھا تھا جس کے جواب میں معزز چیف جسٹس نے فیصلہ صادر فرمایا تھا کہ انقلاب کے ذریعے برسرِ اقتدار آنے والی حکومت کے احکام بالکل جائز ہیں۔

آزمُودہ امیر کا انتخاب ضرُوری نہیں

اوپر کی عبارت سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ اللہ نے جس شخص کو اور جس جماعت کو حکومت عطا فرمائی ہے وہ عین منشاءِ خداوندی ہے۔ صدرِ حکومت کو ان خصوصیتوں کے ہوتے ہوئے جن کا ذکر آئین میں کیا جائے گا۔ دوبارہ انتخاب کے ذریعے یا اس کی جگہ دوسروں کو چننے کا تجربہ کرنا صحیح نہیں ہے، ہماری پوری قومی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی تجربہ کار اور ملّت کے آزمُودہ حاکم کو محض عوامی انتخابات کی غرض سے دوسروں کے مقابلہ میں پرکھا گیا ہو۔ لہٰذا اسلام کی رُو سے شرعی اور قانونی ضرورت کے بغیر، صدارت کی شرائط کو پُورا کرنے والا صدر کسی نئے انتخاب کا متقاضی نہیں بلکہ اس کے برعکس عمل کے لئے اسلام کی تعلیمات میں کوئی دلیل حاصل کرنا مشکل ہے۔

اچھے امیرِ مملکت کی تبدیلی صحیح نہیں

یہاں یہ بات ذہن نشین کرا دینا بھی ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کی رُو سے امیرِ مملکت کا وقتی اور چند سالہ تقرّر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ الّا یہ کہ اس کی فکر و عمل کی صلاحیتیں زائل ہو جائیں، یا وہ ایمان و اسلام کے خلاف چلنے لگے۔ اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ تھوڑے تھوڑے عرصے کے بعد حاکموں کو انتخاب کے ذریعے بدلا گیا ہو۔ یقیناً اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ ایک اچھے حاکم کے بعد دوسرا اس سے اچھا حاکم آئے گا۔ لیکن اس کا یہ نقصان کتنا زیادہ ہے کہ پہلے حاکم نے جو تجربہ چند سال میں حاصل کیا جب اس سے فائدہ اٹھانے کا وقت آیا، تو قوم اس سے محروم ہو گئی۔ اس ضمن میں ترکی کے مرد زعیم عصمت انونو کی مثال درس نصیحت ہے۔

ہاں اس صورت میں کہ جاری مملکت کا صدر اور دوسرے حاکم اپنے فکر و عمل سے اسلام کے برعکس چل رہے ہوں۔ اس وقت نہ صرف نیا انتخاب بلکہ انقلاب ضروری ہے

عطا یا امتحان یا سزا

یہاں یہ بات ذہن نشین کرانا ضروری ہے کہ تمام حکومتیں جو کسی اندرونی یا بیرونی انقلاب سے حاصل ہوں۔ وہ ہمہ وقت صحیح اور عطاءِ رب نہیں ہوتیں (۱) کچھ حکومتیں انعامِ خداوندی اور عطاءِ رب ہوتی ہیں (۲) زیادہ تر حکومتیں قوم کا امتحان ہوتی ہیں اور (۳) بعض دفعہ بطورِ سزا کے ظالم اور جابر حاکم مسلط کئے جاتے ہیں۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○

پھر ہم نے تمہیں پہلے لوگوں کے بعد اُن کا جانشین قرار دے کر زمین میں حکومت عطا فرمائی تاکہ ہم یہ دیکھیں کہ تم کیسا کام چلاتے ہو۔

(پ ۱۱ یونس ع ۲)

حضرت ابو الدرداؓ ایک جلیل القدر صحابی روایت فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو (یعنی دینِ اسلام کے قوانین کو جاری رکھو) ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کرے گا جو نہ تمہارے بڑوں کی تعظیم کرے گا۔ نہ تمہارے چھوٹوں

پر رحم کرے گا - اس وقت تمہارے برگزیدہ لوگ بھی دعائیں مانگیں گے تو قبول نہ ہوں گی تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ملے گی - (الحدیث)

اس لئے نہ کسی حاکم کو اس غلط فہمی میں مبتلا ہونا چاہیئے کہ اُسے اللہ نے حکومت عطا فرمائی ہے تو وہ اس کا مستحق تھا اور اللہ کی نظر میں پسندیدہ شخص ہے اور نہ کسی قوم کو یہ سمجھنا مناسب ہے کہ ہر وہ شخص جو حاکم بن کر سامنے آئے "ظل اللہ" ہے بلکہ اسلام کے متعین کردہ معیار کے مطابق دیکھنا ہوگا کہ

۱- حاکم کی ایمانی اور عملی زندگی اسلام کے مطابق ہے یا نہیں -

۲- اُسے علم اور صحت کی فراخی حاصل ہے یا نہیں -

۳- وہ حقوق العباد میں دوسروں سے زیادہ تو نہیں -

۴- وہ ذمہ دارانہ طور پر امن کے قیام، اشاعتِ علم، اشاعتِ اسلام اور جہاد کے لئے موزوں ہے یا نہیں -

۵- وہ شوریٰ کی معیّت کی پابندی کے ساتھ عدلیہ کی سر پرستی میں رہنا پسند کرتا ہے یا نہیں -

دراصل مسلم قوم کے استحکام کا ذریعہ عدلیہ کی بالادستی اور صدر باشوریٰ کی حکومت ہے - اگر صدر یا اولی الامر سرکش ہو جائے یا اسلام کے تقاضوں سے گریز کر رہا ہو تو شوریٰ یا مجلس رہنمائے آئین و قوانین کی شکایت پر عدلیہ ایسے اولی الامر سے باز پرس کرے گی - عدلیہ حسبِ صوابدید اُسے معطل کر سکتی ہے اور قصور وار ثابت ہونے پر برخاست کر کے نیا انتخاب کرائے گی -

قرآن دستورِ حیات ہے

آئین کا تیسرا رکن | قرآن حکیم کی عملی حیثیت سے اعراض کے بارے میں مسلمانوں کے زوال کے پانچویں سبب کے تحت تذکرہ آچکا ہے - یہاں ہمیں یہ بیان کرنا ہے کہ آئینِ مملکت میں قرآن کا درجہ کیا ہے -

قرآن کی اہمیّت

قرآن حکیم وہ جامع صفات کتاب ہے جو

۱۔ اسلامی آئین

۲۔ حکومتی ضابطۂ قوانین

۳۔ تمدّن و معاشرتی تعلیمات

۴۔ رہنمائے عبادات

۵۔ کلامِ عبر و نصائح

۶۔ رسولوں اور نبیوں کے تذکار

۷۔ بدکردار قوموں کے لرزہ خیز انجام کا حال

۸۔ مجموعۂ ہدایات

۹۔ دینِ فطرت کا لائحہ عمل

۱۰۔ آسمانی، زمینی اور آخرت کی کل مخلوقات کی حمد و تسبیح اور اطاعت و انقیاد میں بسر ہونے والی مثالی زندگی کا بیان

۱۱۔ آخرت میں اعمال پر جزا و سزا اور جنّت و دوزخ کی تفصیلات

۱۲۔ اللہ ربُّ العالمین کی بندوں پر خصوصی مہربانیوں، بخششوں اور بے نہایت رحمت۔

کے مضامین پر مشتمل ہے۔

پھر جس طرح پوری کائنات اور ہر شے نوعِ انسانی کے لئے کسی نہ کسی حیثیت سے مفید اور ضروری ہے یعنی دریاؤں کی بھی ضرورت ہے، سمندروں کی بھی۔ میدانوں کی بھی، پہاڑوں کی بھی، ہوا کی بھی، فضا کی بھی، ستاروں کی بھی اور حیوانات و نباتات کی بھی یعنی مجموعی طور پر انسانوں کی نشوونما اور ترقی کے وسیع امکانات کے لئے پوری کائنات جولانگاہِ علم و عمل ہے اسی طرح قرآنی تعلیمات انسانی زندگی کے ہر شعبۂ فکر و عمل کی تہذیب و تربیّت کے لئے مفید ہیں، جن سے پورا فائدہ اُٹھا کر وہ انسانِ کامل اُبھرتا ہے جو

مقصودِ فطرت

ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو کسی آئین و قانون کی کتاب کو حاصل نہیں اور نہ کسی اور

کتاب کو کبھی حاصل ہو سکی ہے۔ لہٰذا قرآنِ عظیم کو دنیائے انسانیت کے لئے لائحہ عمل بنانا نہ صرف مفید ہے بلکہ بے حد اہمیّت رکھتا ہے۔

قرآنِ عظیم کو اپنی عملی زندگی سے علیحدہ رکھ کر ہم بے انتہا نقصان اُٹھا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قدر راستی، میانہ روی اور دلوں کا اطمینان قرآنِ عظیم پر عمل کرنے سے اور اپنے معاملات میں قرآن سے فیصلہ کرانے سے حاصل ہوتا ہے، اتنا دنیا کے کسی دستور اور قانون سے حاصل ہونا ناممکن ہے۔ اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ یہ خالقِ کائنات کا کلام ہے، جس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ وہ انسانوں کے کوائف، احوال اور نفسیات کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا انسانوں کے لئے انصاف اور بہتری کا دستور قرآن سے بہتر ہونا ممکن ہی نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے بنانے میں کسی غرضمند کا ہاتھ نہیں جس پر اعتراض ہو سکے، اور یہ بدلا بھی نہیں جا سکتا، جیساکہ انسانوں کے بنائے ہوئے دستور آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے عدالتوں اور اہلِ معاملہ کے لئے قرآن سے زیادہ بہتر اور آسان کوئی دستور نہیں ہو سکتا۔ عملی زندگی میں کتاب اللہ کی اہمیّت کے بارے میں چند آیات پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ یہاں چند مزید آیتیں فکر و تدبّر کے لئے درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ (القمر ۱۷-۲۲-۳۲-۴۰)	ہم نے سمجھانے کے لئے قرآن کو آسان کر دیا ہے۔
۲۔ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (ابراہیم: ع۱)	یہ کتاب ہم نے آپؐ کی طرف اس لئے اتاری ہے کہ آپؐ لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالیں۔
۳۔ إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (النساء - ع ۱۶)	اے نبی کریمؐ ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپؐ کی طرف اتاری ہے۔ تاکہ جو راہ اللہ نے آپؐ کو دکھائی ہے۔ اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں!
۴۔ تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (پ ۱۸ - ع ۱۶)	بہت برکتوں والا ہے وہ اللہ جس نے حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والی کتاب اتاری ہے۔
۵۔ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (الطارق: ۱۳)	بے شک یہ قرآن قولِ فیصل ہے!

۶۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا

یہ قرآن سب سے زیادہ سیدھی راہ بتاتا ہے اور نیک اعمال کرنے والے مسلمانوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

۷۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران ع ۲)

بلاشبہ اللہ کا پسند کیا ہوا دستورِ حیات صرف اسلام ہے۔

۸۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط (المائدہ = ع ۱)

آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کیا:

۹۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد = ۲۸)

خبردار، اللہ کے کلام سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔

۱۰۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران ۸۵)

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین پسند کرے گا۔ تو وہ نامقبول ہوگا۔

۱۱۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (۱۶-۸۹)

اور ہم نے آپؐ پر ایسی کتاب اتاری ہے، جو ہر چیز کا کھلا بیان۔ اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے۔

۱۲۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۲۴

کیا وہ قرآن میں فکر نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر قفل (لگے) ہیں۔

۱۳۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (الفرقان ۳۰)

اور رسول اللہ شکایت کریں گے اے رب! میری قوم نے قرآن کو چھوڑا ہوا کر رکھا تھا۔

خلاصۂ آیات

اوپر دی ہوئی آیات اور ان سے پہلے مذکورہ آیتوں سے ہمیں یہ معلوم ہو چکا

ہے کہ قرآن آسان ہے ۔ واضح ہے، حق اور باطل کے درمیان قولِ فیصل ہے، نہایت سیدھی راہ بتانے والا ہے ۔ اسلام کا قرآنی دستور اللہ کا پسند کیا ہوا ہے ۔ اس پر دین کی تکمیل ہو چکی ۔ اب اس میں اضافے اور ترمیم یا اس سے اعراض کی گنجائش نہیں

اس کلام سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس سے اعراض کر کے فکر و عمل کے دوسرے دین اور آئین اختیار کرنے نامقبول ہیں ۔ قرآن پر پوری توجہ نہ دینا اللہ کی ناراضگی کا باعث ہے ۔ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کا سبب ہے ۔

قرآن آسان ہے

خالقِ کائنات کے احکام کی اہمیّت واضح طور پر جان لینے کے بعد لوگوں کے دل و نظر سے یہ حجاب اٹھانا بھی ضروری ہے، کہ قرآن کے احکام کی تعبیر و تفسیر کیسے کی جائے کس فقہ کو ترجیح دی جائے اور کس فرقے کے معتقدات کے مطابق قرآن کے احکام کی توجیہہ کی جائے ۔ یہ سوال عقل و نظر کا ایک پیچاک ہے، لیکن فکر و عمل میں اس کی حیثیت ایک وہم سے زیادہ نہیں ۔ دُنیا میں کہیں اور کسی قانون میں بھی کوئی ایسی دفعہ نہیں، جس کی احوال زمانہ اور مختلف پسِ منظر کی وجہ سے مختلف توجیہات نہ کی جاتی ہوں ۔ اگر ایسا نہ ہو تو وکیلوں کی بحث کی گنجائش ہی نہ رہے ۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ "قرآن آسان ہے" بے سمجھ لوگ اسے مشکل بنا کر پیش کرتے ہیں، یہ محض فریب ہے ۔ یہ وہی قرآن ہے جسے عرب کے ایک اُمّیؐ (فداہ امی وابی) نے ہزاروں اُمّیوں کو پڑھایا ۔ انہوں نے اسے خوب پڑھا اور خوب سمجھا ۔ اس کے مطابق عمل کر کے غربت سے غنیٰ اور بے کسی سے بادشاہت حاصل کی ۔ قرآن کو نہ سمجھ سکنے کا سبب قرآن نہیں بلکہ اس کی تفسیروں کے دبیز پردے اور اس کی تاویلات کے انبار ہیں

فیصلے حاصل کرنے کا مرّوجہ طریقہ

وکیلوں کے علاوہ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا، کہ وہ اپنے ملک کے رائج شدہ قانون پر عبور رکھتا ہے ۔ اور ہر وکیل بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ قانون کے ہر شعبے پر حاوی

ہے۔ سالہاسال کے تجربے کے بعد چند وکیل اس قابل ہوتے ہیں کہ وُہ قانون کے کسی شعبہ میں پُوری مہارت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور کتابوں کے حوالے زبانی دے سکتے ہیں۔ باقی تمام وکیلوں کو حسبِ ضرورت مقدمہ کی تیاری کرنا ہوتی ہے اور موقع کے مطابق قانون کی کتابوں سے حوالے نوٹ کر کے عدالت میں بحث کرتے ہیں۔ فریقین کے وکیلوں کی بحث اور موافق دلائل کی حمایت میں قانونی دفعات پیش کرنے کے بعد فیصلہ حاکمِ عدالت (جج) کی صوابدید (DISCRETION) پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ وُہ مقدمہ کی پوری کارروائی، اور پسِ منظر پر نظر رکھتے ہوُئے قانون کی جس دفعہ کو راجح سمجھتا ہے، اس کے حوالے سے اپنا فیصلہ صادر کرتا ہے۔ یہی مناسب طریق ہے اور اسی پر دُنیا کا کاروبار چل رہا ہے۔

قرآن سے فیصلہ حاصل کرنے کا طریقہ

اوپر بیان کیا ہوا طریق، قرآنی احکام سے فیصلے حاصل کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جائے گا۔ اس کا واضح عمل یہ ہوگا، کہ ہر مقدمہ میں مدعی، مدعا علیہ اور گواہوں کے بیانات کسی وکیل کی مدد کے بغیر خالص اصلیت (PURE TEXT) میں جج کے سامنے تحریر کرائے جائیں گے، بیانات کی تکمیل کے بعد جج بیانات کی ایک ایک نقل دونوں فریقوں کو مہیّا کرے گا اور اس بات کی اجازت دے گا کہ آئندہ پیشی پر فریقین اپنے اپنے وکیلوں کے ساتھ پیش ہوں تاکہ وکیل مقدمہ کے مالہٗ وماعلیہ پر سیر حاصل بحث کریں۔

بحث کا معیار پہلے درجہ پر قرآن پھر اس کے موافق یا عدمِ مخالف حدیث وسنّت (اسوۂ رسولؐ) پھر اعمال صحابہؓ پھر نظریاتِ فقہ اور پھر موجودہ دور کی غیر مسلم حکومتوں کے دستور و قوانین کی نظیریں ہوں گی! بحث کے ختم ہونے کے بعد جج کی صوابدید کا معیار بھی اسی ترتیب پر ہوگا اور جس طرح موجوُدہ عدالتوں کے فیصلوں کی اپیل ہوتی ہے اس طرح ان فیصلوں کی بھی اونچی عدالتوں میں اپیل ممکن ہوگی۔

غیر مسلموں کے مقدموں کے فیصلے ان کے حسبِ خواہش قرآنی معیار یا ان کے مذہب کے مطابق کئے جائیں گے۔

قرآن سے فیصلہ حاصل کرنے کا فائدہ

قرآنِ کریم کے طریقہ سے فیصلہ حاصل کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ علمائے اسلام کا بہت بڑا طبقہ وکیلوں کے دوش بدوش عدالتوں میں پیش ہو کر قرآن و سنّت اور حدیث و فقہ کو پیش کرنے کے علاوہ موجودہ دور کی حکومتوں کے دساتیر و قوانین سے واقفیت حاصل کر سکے گا۔ اور وکیل صاحبان جو قوم کے اعلیٰ دماغوں کی حیثیت رکھتے ہیں قرآن وحدیث اور سنّت سے پورا استفادہ کریں گے جس سے بہت تھوڑے عرصہ میں ملّتِ مسلم اپنی نظریاتی اور عملی زندگی میں اقوامِ عالم کے مقابلہ میں ایک منفرد اور ممتاز قوم بن کر اُبھرے گی۔

اس کے علاوہ قرآنی روح کی کارفرمائی کی وجہ سے بیانات میں راستی، صلح وصفائی، میں پیش قدمی، حق رسی اور دادرسی میں آسانی اور پاکیزگئ ماحول کے پیدا ہونے کے امکانات روشن ہیں، اور یہ عوامل ایسے ہیں کہ ان سے پوری قوم امن وچین کی زندگی بسر کرے گی۔

مجلس واضع قوانین کی ضرورت نہیں

عدالتوں میں مذکورہ قرآنی طریقِ کار اختیار کرنے کے بعد مجلس واضعِ قوانین کی عدالتی معاملات (JUDICIAL) میں قطعاً ضرورت نہیں، اور نہ عدالتی قوانین کے کسی تحریری سرمائے کی حاجت ہے، یہ بات توجہ کے لائق ہے کہ انگریزی قوم کسی "تحریری دستور" کے بغیر محض "قومی خصائص" اور "عدالتوں کی صوابدید" پر اپنی مملکت کا کاروبار چلاتی رہی ہے۔ لیکن مسلمانوں کے پاس "کتاب اللہ" موجود ہے، پھر بھی وہ اپنے آپ کو کسی مجلسِ واضعِ قوانین اور تحریری دستور وآئین کے محتاج خیال کریں تو یہ حجابِ فکر اور کم نظری ہے۔ "ہم" سب اور ہمارے سب اسلاف عقیدے کے یقین اور زبان کے اقرار سے ہمیشہ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ کہتے رہے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر ہمارا طرزِ فکر اس سے ہٹ کر ہو تو یہ ہماری منافقت، قرآن سے مہجوری رسولؐ اللہ کی شکایت اور اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوگا۔

مجلس تحقیق و رہنمائے آئین و قوانین

مجلس واضع قوانین کی عدمِ ضرورت کے بعد ایک مجلسِ تحقیق و رہنمائے آئین و قوانین (CONSTITUTION / LAW COUNCIL) کی تشکیل ضروری ہے۔ جس کے حسب ذیل فرائض ہوں گے۔

۱۔ قرآن وحدیث، سیرت وسنّت، فقہ وحدیث اور تاریخی فیصلہ جات کی روشنی میں سالبقہ مذکورہ ترتیب کے مطابق خواص اور عوامُ کے استفادہ کے لئے زندگی کے ایک ایک عنوان پر کتابچے تیار کرنا۔

۲۔ حدیث وسیرت کی صحیح متن والی کتابیں قدیم محدثین کی کاوشوں کی روشنی میں مرتب کر کے تیار کرنا تاکہ ہر قسم کی وضعی اور خلافِ قرآن وسنّت روایات سے یہ پاک سرمایہ صاف ہو جائے۔

۳۔ صدر، ممبرانِ شوریٰ، ممبران عدلیہ، اور حکّام کے ذاتی اور سرکاری حقوق وفرائض متعین کرنا۔

۴۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر کتابچے تیار کرنا۔

۵۔ محکمہ جاتِ حکومت کے علیٰحدہ علیٰحدہ فرائض متعین کرنا۔

۶۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مذکورہ بالا کاموں کے علاوہ امورِ سلطنت کے ضابطے تیار کرنا۔

اس مجلس کی تشکیل کے بعد انتظامیہ کے لئے بھی کسی مجلسِ واضع قوانین کی ضرورت نہیں۔ اللہ کے گرامی ارشاد "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" کے ہوتے ہوئے کسی مجلس واضع قوانین کا تصوّر غیر اسلامی ہے آئین کمیشن کے سوالنامہ کے جوابات میں بعض اہلِ علم حضرات کی طرف سے مجلسِ واضع قوانین کی تشکیل کی تائید عجیب ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ قوانین وضع کرنے والی مجلس کے ممبران کو عوامی انتخاب کے ذریعے چُننے کے لئے کہا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کام تحقیق وعلم کا ہے عوام کی نمائندگی کا نہیں۔

مجلس واضع قوانین کا غیر اسلامی نظریہ پر قائم ہونے کے علاوہ ایک بڑا نقصان

یہ ہوگا کہ ممبرانِ اسمبلی کی کوششوں سے پیش کیا ہوا دستور و آئین ہمیشہ عوامی نمائندوں کی ترمیموں کا ہدف بنا رہے گا۔ جس سے پوری قوم بُری طرح متاثر ہوگی، اور اس مجلس کے مجوزہ ممبران کے انتخاب کا بھاری خرچ قوم کے بیت المال پر ہوگا۔

عدلیہ کا مقام

آئین کا چوتھا رکن دنیا کی ہر آزاد قوم میں عدلیہ کا مقام انتظامیہ سے بالا دست ہے۔ دراصل انتظامیہ کی مشکلات اور مصروفیات کچھ اس قسم کی ہوتی ہیں کہ اس کے حاکموں سے لوگوں کی حق تلفی کا امکان ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اکثر اوقات خود غرض اور انتفاع پسندوں کا انتظامیہ میں آجانا ناجائز استحصال، رشوت، اقرباپروری اور لوگوں کی حق تلفی کا باعث ہوجاتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ حکومت کی وجہ سے بعض حکّام میں جاہ پسندی اور غرور کی عادتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ جس سے امورِ مملکت میں تساہل ہونے لگتا ہے۔ اہلِ خوشامد کامیاب ہوتے ہیں اور اہل حق کی داد رسی نہیں ہوتی۔ ان سب خرابیوں کا سدباب صرف عدلیہ کے ذریعے ممکن ہوتا ہے، اس لئے عدلیہ کا مقابل حاکموں کے مقام سے بلند در ہونا ضروری ہے۔

عدالت کے فیصلوں کا ذریعہ اللہ اور رسولؐ کی تعلیمات ہیں

اللہ نے قرآن مجید میں عدل و انصاف اور حقوق کی ادائیگی پر نہایت زور دیا ہے۔

۱۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ (الحدید: ۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اُن کے ساتھ کتاب اور میزان (میزانِ عدالت) اتاری تاکہ اُن کی مدد سے لوگ انصاف پر قائم ہوجائیں۔

۲۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں سے حاکم ہوں، پھر اگر کسی بات پر تمہارے درمیان تنازعہ

اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝

(النسآء : ع ۸)

ہو جائے تو اُسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ۔ اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے

پہلی آیت میں کتاب اللہ کے احکام پر میزانِ عدالت سے فیصلے لینے کو انصاف کے حصُول کا ذریعہ قرار دیا۔

دوسری آیت میں حاکم و محکوم کے تنازعہ کی صورت میں مقدمہ کو اللہ اور رسول کی طرف لے جانے کو کہا گیا ہے۔

ان دونوں آیتوں کی تطبیق سے یہ بات واضح ہے کہ فیصلہ کا معیار اللہ اور رسول ؐ کی تعلیمات ہیں۔ اور فیصلہ دینے کا ذریعہ میزانِ عدالت ہے۔ گویا ہر عدالت کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کی رُو سے فیصلے صادر کرے۔

عدالت اللہ اور رُسول کی نائب ہے

اس ذمہ داری کو پُورا کرنے کی وجہ سے عدالت اللہ اور رسول کی نائب ہے اور وہی اللہ اور رسول کے احکام کی صحیح توجیہہ و تعبیر کرنے کی مجاز ہے۔ پھر عدالت کے مقام کا اتنا مضبوط اور بلند ہونا بھی ضروری ہے کہ اس کا ہر فیصلہ فریقین پر قابلِ نفاذ ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو ایک آدمی کی رائے اور عدالت کے فیصلے میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ لہٰذا عدالت کے علاوہ اس ذمہ داری کے نباہنے کی کسی اور سے توقع نہیں رکھی جا سکتی۔

اللہ اور رسول کی طرف جانے سے مراد عدالت میں جانا ہے

تنازعہ میں یہ بات ممکن نہیں ہے کہ جس فریق کی غلطی ہو وُہ اپنی غلطی کو مان لے۔ اگر ایسا ہو تو تنازعہ کا بڑھ کر اللہ اور رُسول سے فیصلہ طلب ہو جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہو، پھر متخاصم فریقین کے لئے یہ ضرُوری نہیں کہ وُہ اتنی سمجھ بوجھ رکھتے ہوں کہ براہِ راست قرآن و حدیث سے احکام معلوم کر لیں، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اللہ اور رسول کے حکم کی جو توجیہہ اور تعبیر ایک فریق کے ذہن میں آئی ہے۔ دوسرا فریق بھی اس سے متفق ہو جائے۔

خصوصاً مجرم ذہنیت کا شخص تو ہرگز اپنی غلطی ماننے پر تیار نہیں ہوتا۔ ان باتوں کے علاوہ فریقین چونکہ حاکم و محکوم ہیں اور ایک حیثیت کے نہیں، لہٰذا بالادست عدالت کے بغیر اُن کے تنازعہ کا حل مشکل ہے۔

ان فطری اور لازمی تقاضوں کی وجہ سے دوسری آیت میں تنازعہ کو اللہ اور رُسول کی طرف لے جانے سے واضح مراد اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق فیصلہ صادر کرنے والی عدالت ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی دنیاوی حیات میں خود صاحبِ عدل تھے۔ لہٰذا ہر تنازعہ اور مقدمہ آپؐ کی عدالت میں پیش ہوتا تھا۔ جس میں آپؐ کتاب اللہ اور اپنی صوابدید کے مطابق فیصلے صادر فرماتے تھے۔

لیکن آپؐ کے آخری دور میں جب مملکت کی وسعت دس لاکھ مربع میل سے بھی بڑھ گئی اور متعدد شہر آپؐ کے زیرِ نگیں آ چکے تھے۔ قاضیٔ عدالت آپؐ کے نائب کی حیثیت سے لوگوں کے مقدمات اور تنازعات کا فیصلہ کرتے تھے۔

قرونِ اُولیٰ اور بعد کے نیک طینت حاکموں کے زمانوں میں اس قسم کے واقعات تاریخ اسلام کی زینت ہیں کہ ایک فردِ رعیت کی درخواست پر حاکمِ عدالت نے ملک کے حاکمِ اعلیٰ کو اپنی پیشی میں بلوا کر حاکم و محکوم کے تنازعہ کا فیصلہ اللہ اور رسولؐ کے احکام کے مطابق کیا۔ لیکن مطلق العنان حکمرانوں کے پے در پے آنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ اسلامی عدالتیں اعلیٰ حاکموں کے ماتحت اور دستِ نگر ہو کر رہ گئیں۔ لہٰذا آیت کی فطری اور لازمی توجیہہ کی بجائے حاکم اور محکوم کے تنازعہ کی صورت میں اتنا کافی سمجھ لیا گیا کہ مفتیوں سے فتوے لے لو۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر فریق نے اپنے اپنے تعلق والے مفتیوں سے فتوے لے کر ایک دوسرے کی بات کو رد کیا۔ اور ایک ایک تنازعہ ختم ہونے کی بجائے پشت در پشت چلا، قوم نے بیحد نقصان اٹھایا۔ ملتِ مسلم کے بڑے بڑے سپوت ان تنازعات میں کام آئے محمد بن قاسم جیسا جیالا شخص خوشامدی درباریوں کی شکایات پر خلیفہ کے عتاب کا شکار ہوا افسوس کہ عدالت اپنی کم مائگی اور زیردستی کی وجہ سے اس کی دادرسی نہ کر سکی۔

یہ فکر و نظر کا کتنا بڑا اچنبا ہے کہ اللہ نے جتنا زیادہ قرآن کے مطابق فیصلہ کرنے کی تاکید فرمائی، رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اور آپؐ کے خلفائے راشدین نے عدل و

انصاف کا جس قدر احترام کیا، بعد کے زمانے میں عدالت کے بلند مقام سے مسلمانوں نے اتنا ہی صرفِ نظر کیا۔ یہ صورتِ حال جاری رہی تو مسلمان نہ اندرونی طور پر مستحکم ہو سکتے ہیں اور نہ عدل وانصاف کے میدان میں دنیا کی آزاد قوموں سے ہم عصری کر سکتے ہیں۔

امرِ واقعہ یہ ہے کہ طاقت بے عدالت فتنہ ہے اور عدالت بے طاقت ہیچ ہے۔

شہادت اور عدالت لازم و ملزوم ہیں

اہلِ عالم اس بات کو بخوبی جانتے اور مانتے ہیں کہ کوئی تنازعہ اور مقدمہ شہادت کے بغیر طے نہیں پاتا۔ اور شہادت کی اہمیت جس قدر زیادہ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

اسلام میں شہادت کے احکام | اسلام میں شہادت کے تقاضوں کو ہر قیمت پر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللّٰهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُوا ۚ وَإِن تَلْوُوٓا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ○

(النسآء: آیت ۱۳۵)

اے مسلمانو! انصاف پر قائم رہو۔ اللہ کی طرف کی گواہی دو، اگرچہ اس گواہی سے تمہاری ذات کو نقصان ہو، یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ دار ماخوذ ہوتے ہوں، یہ مت دیکھو کہ تم مالدار کے خلاف گواہی دے رہے ہو یا غریب کے، ہر حالت میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھو اور عدل کرنے میں خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ اور اگر تم بات کو پیچ دو یا اعراض کرو تو اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

معمولی سمجھ والا انسان بھی اس بات کو تسلیم کرے گا کہ شہادت بے عدالت عبث ہے خصوصاً جب کہ شہادت سے اپنی ذات، اپنے اقربا کو نقصان پہنچ رہا ہو یا کسی بااثر شخصیت سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو یا کسی غریب کے خلاف ہو۔ ہر حالت میں عدل کے تقاضے کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ شہادت کسی عدالت میں دی جائے اور اس عدالت کا فیصلہ خود شہادت دینے والے یا اس سے تعلق رکھنے والوں

پر نافذ ہو۔ اگر شہادت بغیر عدالت کے ہو تو اس سے کسی کو نقصان پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ایسی شہادت ایک حکایت تو ہو سکتی ہے۔ شہادت ہرگز نہیں۔ لہٰذا

شہادت کے لئے عدالت لازمی ہے۔

قرآنِ عظیم کی اس رہنمائی کی روشنی میں عدل و شہادت کے تقاضوں کو صحیح طور پر پورا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ حاکمانِ وقت پر عدلیہ بالادست اور حاکم ہو اور وہ بے راہ روی اور اسلام کے احکام کی خلاف ورزی پر معیارِ عدل کے مطابق ماخوذ اور معذوب ہوں۔ یہ وہ راہ ہدایت ہے جس میں حاکموں کی بھی بھلائی ہے اور پوری قوم کی بھی اور وہ قانونِ فطرت ہے جس پر دانستہ یا نادانستہ دنیا کی ہر قوم عمل کرنے پر مجبور ہے۔ ورنہ جو قوم اس کی خلاف ورزی کرتی ہے اس پر غلامی لیس دی جاتی ہے اور خرابی در خرابی اس کی قسمت بن جاتی ہے۔

حقوق امانت ہیں

حکومت دراصل اہل قوم و ملک کے حقوق ادا کرنے کی سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ لوگوں کے حقوق امانت ہیں، ان کی نگہداشت کرنا اور ایک دوسرے کی دست برد سے بچا کر صحیح صحیح ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔ ان حقوق کی ادائیگی کی سہ گانہ صورتیں ہیں۔

۱۔ انفرادی طور پر لوگ ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں۔

۲۔ حکومت کی انتظامیہ ان حقوق کی ادائیگی کرے یا اہلِ معاملہ سے ادائیگی کرائے۔

۳۔ عدلیہ ان حقوق کی اہل معاملہ سے ادائیگی کرائے۔

اللہ جل شانہٗ کا حکم ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۙ	اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ لوگوں کی امانتیں ادا کرو۔
وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ	اور جب لوگوں کے معاملات میں فیصلہ کرو تو عدل سے کرو
اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝ (سورۃ نساء: ۵۸)	اللہ تمہیں یہ بہت ہی اچھی بات سمجھاتا ہے یقیناً اللہ تمہاری باتوں کو سنتا اور دیکھتا ہے

اس آیت مبارکہ میں پہلے جُز کا حکم عام اور سب کے لئے ہے۔ دوسرے جُز کا حکم خاص اور اُن لوگوں کے لئے ہے جو کسی تنازعہ میں حَکَم (عادل) ہوں، یہ شخص چاہے آمرِ حکومت ہو یا عدالت کا جج ہو، منصبِ عدالت پر بیٹھ کر اُسے عدل کے تقاضے پورے کرنے ہوں گے اگر ایسا شخص خود مدعا علیہ ہے تو اُسے حسبِ دستور اپنا معاملہ اور تنازعہ کسی دوسرے حاکمِ عدالت کے سپرد کرنا پڑے گا۔ اور شہادت کے تمام تقاضے پورے کر چکنے کے بعد عدالت کا فیصلہ اس پر نافذ ہوگا۔

غرضیکہ آمرِ حکومت ہو یا عام آدمی، کسی کو بھی عدلیہ کی بالادستی اور احکام کو تسلیم کئے بغیر چارۂ کار نہیں۔

یہ دینِ اسلام کی بہت بڑی خوبی ہے کہ اُس نے سب سے پہلے ادائے امانت (حقوق) کا تقاضہ متعلقہ شخص سے کیا ہے۔ بعد ازاں بذریعۂ عدلیہ اس کی ادائیگی کا اہتمام کرایا ہے۔

معیارِ عدل

مقامِ عدالت کی طرح معیارِ عدل بھی نہایت درجہ اہمیّت کا حامل ہے۔ اسلام ایک دین ہے۔ ظاہر ہے اللہ جل شانہٗ نے اس کا آئین اور دستور بھی نازل فرمایا ہے۔ اور اس پر عمل کرنے اور مختلف احکام کا صحیح مفہوم متعین کرنے کے لئے ایک عظیم ترین نبی صلّی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو معیار اور ہدایت قرار دیا ہے۔

عدل کے باب میں تمام عدالتوں کو پابند کر دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے آئین (قرآن) اور سنّتِ (ہدایت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کریں۔

غور فرمائیے کہ جب مسلمانوں نے اسلام کو اپنا دین مان لیا تو اُن کے لئے اسلام کے دستورِ حیات پر چلے بغیر چارۂ کار نہیں۔

اللہ جل شانہٗ نے قرآن عظیم اور سنّت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معیارِ عدالت مقرر فرمایا ہے اور اس میں کسی ایچ پیچ، حرج مرج، اور کسی تاویل و تائید کی محتاجگی نہیں رہنے دی۔ دراصل معیارِ عدالت کا اغراض سے پاک اور آمروں کی دستبرد سے بالا ہونا نہایت ضروری ہے۔

ذیل میں قرآنِ عظیم کی چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔

حکومت اللہ کی ہے

(۱) وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ز وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (القصص/۷۰)

اور وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اوّل اور آخر سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور حکومت اسی کی ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(۲) اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (یوسف/۵)

حکومت اور احکام اللہ کے سوا کسی کے نہیں

(۳) اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ط وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ (المائدہ ۷۶)

کیا وہ جاہلیت کی حکومت چاہتے ہیں حالانکہ اہلِ یقین قوم کے لئے اللہ سے بہتر کس کی حکومت ہو سکتی ہے۔

اسلام آئین زندگی ہے

(۱) اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران : ۱۹)

اللہ کا پسند کیا ہوا دستورِ حیات صرف اسلام ہے۔

(۲) وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ط (آلِ عمران : ۸۵)

جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دستور لانا چاہے گا، وہ ہرگز قبول نہ کیا جائیگا

(۳) اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ (آلِ عمران : ۵۳)

کیا وہ اللہ کے دستور کے سوا کوئی اور دستور چاہتے ہیں ؟

قرآن معیارِ عدل ہے

(۱) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل : ۹)

یہ قرآن عظیم سب سے زیادہ سیدھی راہ بتاتا ہے۔

(۲) تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ (الفرقان ۱)

بہت برکتوں والا ہے وہ اللہ جس نے حق اور باطل میں فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی۔

(۳) اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ (الطارق : ۱۳)

بے شک یہ قرآن قولِ فیصل ہے۔

سُنّت معیارِ عدل ہے

(۱) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (النساء ۶۵)

تیرے رب کی قسم، یہ لوگ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے اختلافات میں آپؐ سے فیصلہ نہ چاہیں۔ پھر آپؐ کے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی حرج (تنگی) نہ پائیں اور نیاز مندی کے ساتھ تسلیم کریں

(۲) وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ (حشر ۷)

اور جو رسول اللہ تمہیں دیں، اُسے اختیار کرو اور جس سے منع کریں، اُسے مت کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

منافق

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا (النساء ۶۰)

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں اس ہدایت پر جو آپؐ پر نازل ہوئی اور جو آپ سے پہلے رسولوں پر نازل ہوئی۔ لیکن ارادہ یہ کرتے ہیں کہ فیصلہ کے لئے اپنے مقدمات طاغوتوں (دین کے دشمنوں) کے پاس لے جائیں۔ حالانکہ ان سے کہا گیا تھا کہ طاغوتوں کا کہا نہ مانیں۔"

کافر، ظالم، فاسق

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (مائدہ: ۴۷)

اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے (احکام) کے مُطابق فیصلہ اور حکم نہ کریں، وہ کافر ہیں۔ دوسری آیت میں فرمایا وہ ظالم ہیں تیسری آیت میں فرمایا وہ فاسق ہیں۔

ذمّہ داری | مندرجہ بالا احکام و آیات سمجھ لینے کے بعد انتظامیہ اور عدلیہ دونوں پر علیحدہ علیحدہ بھی اور مشترکہ طور پر بھی بھاری ذمّہ داری عائد ہوتی ہے

کہ صحیح راہِ عمل اختیار کریں۔ ورنہ وُہ اللہ جل شانہٗ کی سخت باز پُرس کی زد میں ہیں۔ انفرادی غفلت اور کوتاہی پر عذاب کے علاوہ قومی گمراہی کا عذاب بھی انہیں دیا جائے گا۔

طریقِ عدالت

اس سلسلہ میں سب سے ضروری بات یہ ہے کہ قرآنِ عظیم کو باصلہٖ (IN PURE TEXT) معیارِ عدل تسلیم کیا جائے۔

دنیا کی تمام عدالتوں کے فیصلے درج ذیل امور پر مبنی ہوتے ہیں۔

۱۔ مقدمہ کا دعویٰ، جواب دعویٰ۔

۲۔ پس منظر روئداد

۳۔ شہادتیں، الزامات اور صفائی، سوال و جوابات (بحث و تنقیح)

۴۔ مقدمہ کے پس منظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے جرم کی نوعیّت اور سزا و جزا کے تعین پر بحث۔

۵۔ حاکمِ عدالت کی صوابدید (DISCRETION)

اسلامی عدالتوں کا طریق کار بھی یہی ہوگا اور تحتانی عدالتوں کی اپیل عالیہ اور فوقیہ عدالتوں میں ہو سکے گی۔

ہر مقدمہ کی ابتدا یوں ہو کہ مدعی اور مدعا علیہ اور ان کے گواہوں کے بیانات کسی وکیل اور مشیر کی مدد کے بغیر عدالتِ سماعت میں خالصتًا تحریر میں لائے جائیں بعدازاں ہر دو فریقوں کو ان کے بیانات کی نقلیں دے دی جائیں اور کسی دباؤ اور لالچ کے بغیر اس بات کا ایک موقع دیا جائے کہ فریقین آخرت میں مواخذہ پر ایمان رکھتے ہوئے (معاوضہ لے دے کر یا قصوروار کو معاف کر کے) آپس میں سمجھوتہ کر لیں۔ لیکن اگر مقدمّہ کی نوعیت سنگین قسم کی ہے یعنی اس میں قومی معاشرتی، اخلاقی مفاد مجروح ہوا ہے یا فریقین آپس میں سمجھوتہ نہ کریں تو مقدمہ کا چالان متعلقہ عدالت کو بھیج دیا جائے گا۔ البتہ عدالتِ سماعت جرم کی نوعیّت کے

نوٹ:۔ عدلیہ کے ہر علاقہ میں ایک عدالتِ سماعت ہوگی، جو دو سینیئر ججوں پر مشتمل ہوگی۔

لحاظ سے مجرم/مجرمان کے پولیس کے لاک اپ میں رکھنے، ضمانت لینے یا عارضی مدت کے لئے جیل بھیجنے میں بااختیار ہوگی۔

مقدمہ چلنے کی صورت میں فریقین متعلقہ عدالت سے پیشی کی تاریخ لے کر اپنے اپنے وکیل اور مفتی ہمراہ لے کر آئیں گے۔ یہ صاحبان حسب معمول مقدمہ کے مالۂ و ماعلیہ (اسباب، پس منظر، عوامل) پر بحث کریں گے۔ بحث کا معیار پہلے درجہ میں قرآنِ عظیم کی آیات، آنحضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعمال مستند احادیث و تشریحات دوسرے درجہ میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے معمولات، تیسرے درجہ میں جبکہ قرآن وسُنّت اور اعمالِ صحابہ رضؓ سے براہِ راست حوالہ نہ ملے تو قضاۃؒ، ائمہ اور فقہا کی تصریحات اور اجتہادات اور ان کے بعد کے درجہ میں دیگر ملکوں اور قوموں کے فیصلہ جات سے تائید اور نظیریں پیش کی جائیں۔ ہر درجہ میں قرآنِ عظیم کے منشا اور روح کو قائم رکھا جائے، یعنی ملتے جلتے احکام کی موافقت میں صوابدید پر پہنچا جائے اور فیصلہ میں اپنی صوابدید کی وضاحت کردی جائے۔

اس طریقِ عدالت سے لوگوں میں سچائی، دیانت، خوفِ آخرت اور پاکیزہ جذبات پیدا ہونے کے علاوہ جج، قاضی اور وکیل ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں گے اور بہترین علمی و عملی فائدے حاصل کریں گے۔

یقین ہے کہ قرآن وسُنّت والا یہ طریق کار حصولِ انصاف میں سب سے زیادہ آسان، معتبر، مختصر اور لوگوں کے اطمینان کا باعث ہوگا۔

عقل و نظر

عقل و نظر کو رہنمائی کی ضرورت فطری ہے

خالقِ کائنات نے انسانوں کو پیدا کیا، پرورش کا انتظام فرمایا، عقل و شعور اور فکر و نظر کی صلاحیتیں دیں۔ لیکن جس طرح آنکھیں ہوتے ہوئے ہم اندھیرے میں چیزوں کو دیکھ نہیں سکتے اور ہمیں خارجی روشنی کی مدد درکار ہوتی ہے۔ اسی طرح ہماری فکر اور عقل بھی محدود ہے۔ پھر سب انسانوں کی سمجھ اور عقل ایک جیسی نہیں۔ ادراک اور فہم کی رسائی یکساں نہیں۔ ایک ہی

بات ایک شخص کی نظر میں صحیح ہے اور دوسرے کے نزدیک غلط ہے، ہم عقل وشعور اور فکرونظر سے غیب کی چیزوں کا صحیح علم حاصل نہیں کرسکتے، نیّت واعمال کی نوعیت نہیں جانتے، اچھے برے کاموں کی جزاوسزا کا تعین نہیں کرسکتے اور مرنے کے بعد کی زندگی کا حال نہیں جان سکتے۔

اسلام کیا ہے

اللہ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو اپنے کلام اور وحی کے ذریعے انسانوں کی ہدایت کی تعلیم دی۔ کتاب اللہ کی تعلیم کا نام اسلام اور رسولوں کے اسوۂ حسنہ کا نام اسلامی شریعت ہے۔

اسلام کے "دستورِ حیات" سے ایمان وایقان کی کرنیں ذہن ودل کو منوّر کرتی ہیں اور تسلیم وعمل کی راہ پر لاتی ہیں۔ اسلامی شریعت اسلام کی فکری اور عملی شکل کا نام ہے۔ یہ معیار ہے صدق وامانت کا۔ عدل ووفا کا، سیرت وصفا کا، اخلاق وکردار کا۔ معاملات ومعاونت کا اور اخلاص وپاکیزگی کا۔

چنانچہ انسانوں کی فکری اور نظری صلاحیتوں کی رہنمائی اور دُنیا وآخرت میں فلاح وکامرانی کی زندگی کے لئے اسلام اور اسلام کی شریعت کی اہمیّت بے حد زیادہ ہے کون ہے جو چڑھتے سورج کی تابناک کرنوں سے زندگی کی گرمی حاصل نہیں کرتا اور کون ہے جو میٹھے اور شیریں دریا سے پیاس بجھانے کی امُید نہیں رکھتا۔ ہاں وہی لوگ محروم رہتے ہیں جو خوابِ غفلت میں ہیں یا جن کی آنکھوں پر مخصوص رنگوں کی عینکیں ہیں یا جنہیں معلوم ہی نہیں کہ اسلام کیا ہے۔

اسلام دلوں کا اطمینان اور فکروشعور کا نُور ہے۔ اسلام کے نبیؑ سب کے نبیؑ ہیں اور آخری نبی آنحضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سب نبیوں اور رسولوں کے سردار، محسنِ انسانیت اور رحمۃ" للعالمین ہیں۔ اُن کا اسُوۂ حسنہ دنیا وآخرت میں کامیابی کا ضامن ہے۔

اسلام کا مقصد

انسانوں کی بھلائی کا سب سے بڑا کام یہی تھا کہ اللہ کے بتائے ہوئے فکروعمل کے

نظریے کو عام کیا جائے اور دُنیا کے تمام مذہبوں اور دینوں پر اسلام کی سیادت قائم کی جائے، یہی نظریہ اسلام کا مقصد ٹھہرا۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ	اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو
بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ	ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس
لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ	دین کی سیادت تمام دینوں پر قائم کر دے
وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ○	اور اللہ اس سیادت کے حق ہونے کی گواہی
(الفتح ۔ ع ۴)	دینے والا کافی ہے۔

سورۂ توبہ اور سورۂ صف میں بھی اسی آیت کو بیان کیا گیا ہے اور آیت کے ختم پر وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (اگرچہ یہ سیادت مشرکوں کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو) کے الفاظ لائے گئے ہیں۔

اس آیت کو تکرار اور مقصد کے واضح ترین الفاظ کے ساتھ قرآنِ پاک میں تین جگہ بیان کیا گیا ہے ۔ لہٰذا اسلام کی سیادت قائم کرنا، اسلام کا واحد مقصد ہے، سورج کی طرح روشن اور سب پر عیاں ۔ یہی ملّتِ مسلم کا رجحان اور اسلامی آئین کی شرط ہے۔

اسلام کی سیادت قائم کرنے کے لئے ایک فرد سے لے کر ایک جماعت تک کام کر سکتی ہے، اور اپنے کاموں کا اس نہج پر جائزہ لے سکتی ہے کہ اُن کی کوششوں سے اسلام کی سیادت کو کیا نفع پہنچا ۔ یہ وہ مرکزی نقطۂ پرکار ہے جس کے گرد انفرادی اور قومی افکار و اعمال گھومتے ہیں ۔ اس مرکزیّت کو خوشنما بلند و اعلیٰ اور مرجع خلائق بنانے سے انسانیت اپنے عروج کمال کو بہت جلد پہنچ سکتی ہے اور امن و اطمینان اور عدل و مساوات کی خوشگوار فضا دنیا میں قائم ہو سکتی ہے ۔ یہ وہ ظاہری مقصد ہے جسے مسلم اور کافر ہر شخص پہچان سکتا ہے ۔ ہاں جس طرح قانونِ قدرت کے مطابق ہر چیز دو حالتوں سے خالی نہیں، ایک جسم ۔ دوسری رُوح ۔ جسم رُوح کے بغیر لاشہ، روح جسم کے بغیر نظروں سے غائب، اسی طرح اسلام کا ظاہری مقصد **سیادتِ اسلام** ہے اور اس کی روح **رضائے الٰہی** ہے، یعنی مسلمانوں کے ہر فعل میں سیادتِ اسلام کی تڑپ اور رضائے الٰہی کی لگن ہونی چاہیئے ۔ چونکہ پاکستان کی اکثریت کا دین اسلام ہے اور اسلام کے نام پر قربانیوں کا نتیجہ پاکستان کا وجود ہے ۔ اس لئے پاکستان کے آئین کا مقصد

سیادتِ اسلام

قرار دیا جائے اور ملّتِ مسلمہ کی جمعیّت اور سرفرازی کے لئے اس نصب العین کو ہمیشہ سامنے رکھا جائے۔ فطری اور شعوری طور پر یہی مقصد تمام دنیائے اسلام کا ہونا چاہیئے

اسلامی جمہوریّت | یہ فکرِ حکومت جو گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے وہ اسلامی جمہوریت ہے۔ **جس کا آئین اللہ کا بھیجا ہوا، اور رسُولوں کا آزمایا ہوا ہے، اور جو حاکم و محکوم سب کے لئے یکساں ہے، اس میں اللہ کا قانون، اللہ کے بندوں کے ذریعے، اللہ کے بندوں پر نافذ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے سب انسان اللہ کے بندے اور نجی حقوق میں برابر ہیں۔**

خونِ شہ رنگیں تر از معمار نیست

حجابات کا اُٹھانا ضروری ہے

پاکستان کے آئین کے اُصول ومبادیات طے کرنے کے بعد اصل آئین کا کام بہت آسان ہوگیا، اس لحاظ سے اہلِ علم وخبر زیرِ بحث مقدمہ کو پرکھیں گے اور اسلامی آئین کو خوش اسلوبی کے ساتھ بروئے کار آنے پر اطمینان فرمائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ فکر و نظر کے وہ حجابات جو اس مقدمہ میں اٹھائے گئے ہیں۔ ہماری قومی تاریخ کے داغ ہیں۔ اِن حجابات کو اٹھائے بغیر ہم اسلام کی نورانی حقیقت کو صحیح طور پر نہیں پہچان سکتے اور نہ اُن کو باقی رکھتے ہوئے اسلام کی راہ پر چلنا آسان ہو سکتا ہے۔ یہ پردے اسلام کے دشمنوں، غرض مندوں، فریب کاروں کے ڈالے ہوئے ہیں۔ اجتماعی عمل سے ان کا چاک ہونا ضروری ہے۔ دُنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کی خواہش مند ملت کے لئے یہ بات قطعًا ممکن نہیں ہے کہ ان حجابات سے صرفِ نظر کر کے اسلام کی برکتیں حاصل کر سکے اور دنیا کی قوموں میں سرفراز ہو سکے۔

مملکت بڑی آزمائش ہے

اللہ مالک الملک ہے، جسے چاہتا ہے کسی ملک کی سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ عزت اور ذلت بھی اسی کی طرف سے ہے۔ پاکستان مسلم قوم کے لئے اللہ کا انعام ہے، لیکن اس کے ساتھ آزمائش بھی ہے۔

لِيَبْلُوَكُمْ فِيْ	تاکہ وہ تمہیں اس مملکت کے بارے میں آزمائے
مَآ اٰتٰكُمْ اِنَّ رَبَّكَ	جو اس نے تمہیں دی ہے۔ بیشک آپ کا رب
سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۝ ۱۶۶/۶	بہت جلد سزا دینے والا ہے!

آئین کا انتخاب بے انتہا نازک اور فیصلہ کن ہے، اسلامی آئین اختیار کرنے سے قوم اسلام کی راہ پر چلے گی خوش حال ہوگی۔ اور اللہ کے مزید انعامات کی مستحق قرار پائے گی۔

دوسری صورت میں اس کے برعکس آئین بنانے سے برعکس نتائج نکلیں گے،

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ	اور جو شخص اسلام کے آئین کے سوا
دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ	کوئی اور آئین لانا چاہتا ہے، وہ اس
فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝	سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا! اور وہ آخرت
(۸۵/۳)	میں خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا۔

تیسری صورت یعنی کچھ غیر اسلامی باتیں لینے اور کچھ اسلامی نظریات کو ملا کر ایک آئین بنانے سے بھی سکون و اطمینان کی فضا قائم نہ ہو سکے گی۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ	کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان
وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ	لاتے ہو اور بعض حصے کا انکار کرتے ہو
فَمَا جَزَآءُ مَنْ	تم میں سے جو لوگ ایسا کریں ان
يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا	کی جزا دنیا کی زندگی میں رسوائی
خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ	ہے۔ اور وہ قیامت کے دن
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ	سخت عذاب میں مبتلا کئے جائیں
اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ	گے۔ (۸۵/۲)

یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ آئین میں ترمیموں کی گنجائش رکھی جائے گی - یہ بات قوم کے ذہنی انتشار کا سبب بنے گی، اسلام کی صراط مستقیم سے ہٹ کر چلنے کی گنجائش نہیں ورنہ قوم کے سب بڑے اور چھوٹے اپنی اپنی ذمہ داریوں کے مطابق اللہ سریع الحساب اور سریع العقاب کے فیصلے کی زد میں ہوں گے۔

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ط

پاکستان کا آئین اس لحاظ سے بے حد اہم ہے کہ اس وقت پاکستان تمام مسلم ممالک کی رہنمائی کے مقام پر ہے اور اس لحاظ سے بھی لوگوں کی خصوصی توجہ کا سبب ہے کہ ہر موقع پر حاکمانِ قیادت نے اسلامی آئین بنانے کا وعدہ کیا ہے۔

چونکہ میں نے شروع میں مملکتِ اسلامیہ کے لئے آئین کے مسئلہ کو نفسیاتی فکر اور زندگی کے حقائق کی روشنی میں حل کرنے کی جانب توجہ دلائی تھی۔ لہٰذا اسی انداز میں اپنے خیالات پیش کئے ہیں، ان میں نہ کوئی بات جذباتی ہے اور نہ خیال آفرینی -

حرفِ آخر

زیرِ نظر مقدمہ آئین آئندہ صفحات میں پیش کئے جانے والے "آسان اسلامی آئین" کے لئے مشعلِ راہ ہے تاکہ سمجھ دار انسانوں کی طرح ہم اپنے نفع، نقصان کا جائزہ لے کر آگے بڑھیں، سابقہ نقصانات کی تلافی کریں اور مستقبل میں ہر امکانی نقصان سے بچ کر کائنات سے حیاتِ نو حاصل کریں۔ اسلام کے سچے پیروکار بن کر دنیا کی سربراہی اور اقوامِ عالم کی امامت کا فرض ادا کریں، اسی صورت میں ہم دنیا میں معزز اور ممتاز مقام حاصل کریں گے اور شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ (مثالی کردار کے انسان) بن کر دُنیا سے آخرت کی جانب گامزن ہوں گے۔

عالمِ آخرت میں ہر شخص کو لازمی طور پر دنیاوی زندگی کا حساب دینا ہے۔ پھر انجام کار اللہ جلّ شانہ، کی اطاعت و فرمانبرداری کی جزا میں دائمی مسرتیں نصیب ہوں گی یا نافرمانی و گمراہی کی سزا میں دوامی خسران و محرومی -

کراچی ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۱ء ناچیز ظہیر احمد تاج

اور آگے

زیر نظر مقالہ میں نہایت ضروری بُنیادی اصول پیش کئے گئے ہیں۔ یقین ہے کہ مجلس تحقیق و رہنمائے آئین و قوانینِ اسلام کے مجوزہ آئین کے خاکہ میں رنگ بھرتے وقت، عصرِ حاضر کے اہم مسائل پر بہتر طریق پر رہنمائی کرے گی۔ تاہم حسبِ ذیل عنوانات پر مستقبل قریب میں ناچیز کے فکر و مطالعہ کا حاصل ملاحظہ فرمائیے گا۔

(۱) مملکتِ اسلامیہ میں عورتوں کا مقام (۲) پردہ (۳) سود اور بنکنگ (۴) تصویر، فوٹو اور فلم (۵) انتخابات (۶) نجی ملکیّت (۷) شیر خوار بچوں، لاوارث عورتوں اور یتامٰی کی کفالت (۸) تعلیم (۹) علاج اور قومی صحّت، (۱۰) فوجی تیاری (۱۱) زکوٰۃ اور مالیات (۱۲) تبلیغ و مطالعۂ مذاہب (۱۳) ارتداد (۱۴) اسلام میں فلسفۂ سزا (۱۵) غیر مسلموں سے معاشرتی، تجارتی، اور سیاسی تعلقات (۱۶) اسلام اور دیگر نظریات کا تقابلی موازنہ وغیرہ۔

(نوٹ: ان میں سے بیشتر عنوانات پر مسوّدات تیار ہیں)

اور بھی آگے

ایک کتاب اسلامی قوانین پر پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

انشاء اللہ العزیز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

آسان اسلامی آئین

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ
كُلِّهٖ ط وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ
عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ
اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ
فِی التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ
فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰهُ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ (۴۸ / ۲۸-۲۹)

اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کی سیادت اور برتری تمام دینوں پر قائم کر دے اور اللہ اس سیادت کے حق ہونے کی گواہی دینے والا کافی ہے۔ حضرت محمدؐ، اللہ کے رسول ہیں اور جو اُن کے صحابہ ہیں، وہ کافروں کے مقابلہ میں بہت سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔ تو انہیں رکوع اور سجدے کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ اس طرح اللہ کے فضل اور رضامندی کی طلب میں لگے رہتے ہیں۔ اُن کے چہروں پر سجدوں کے نشان، اُن کی پہچان ہیں۔ اُن کی یہ صفت توریت میں بیان کی گئی اور یہی صفت انجیل میں بتائی گئی۔ اُن کی ترقی کی مثال اُس کھیتی کی ہے جس نے پہلے اپنی سوئی نکالی پھر اُسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی۔ پھر وہ اپنی نال پر کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو بھلی لگنے لگی (اللہ نے مسلمانوں کی ترقی کی یہ صورت اس لئے پیدا کی) تاکہ اُن کی ترقی سے کافروں کا غیظ و غصّہ ظاہر ہو جائے اللہ نے اُن میں سے ایمان پر قائم رہنے والے اور نیک اعمال کرنے والے لوگوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

آئین کا مقصد | سیادتِ اسلام قائم کرنا

آئین کی نوعیت | ہر گاہ مملکتِ اسلامیہ ——— مسلمانوں کی اکثریت کی سرزمین ہے۔ جس کے تمام باشندوں کی امن و خوش حالی کی ذمہ داری ملّتِ مسلم پر عائد ہوتی ہے لہٰذا اس کا آئینِ حکومت، اسلامی آئین قرار دیا جاتا ہے۔

طرزِ حکومت | اسلامی جمہوریت

نام | مملکتِ اسلامیہ ———

حکومت کے فرائض

۱۔ سیادتِ اسلام کا حصول

۲۔ قیامِ امن

۳۔ مملکت کے جملہ باشندوں کی صحت، تعلیم، خوراک، مکان اور خوش حالی کی ذمہ داری۔

۴۔ عدل کا حصول،

۵۔ امورِ دینیہ کی ترویج

۶۔ امورِ مملکت میں اور عدلیہ میں قرآنِ مجید کی رہنمائی۔

۷۔ مستورات کے حقوق کی نگہداشت۔

۸۔ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت

۹۔ مستحکم دفاع اور فوجی تیاری

۱۰۔ فرائضِ مسلم

حکومت کے فرائض کار کے لئے قرآنی ھدایتیں

۱۔ سیادتِ اسلام

هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ — اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت

بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ؀ (صف ع ۱)

اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کر دے۔ چاہے یہ بات مشرکوں کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ قیامِ امن

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْــــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؀ (النور)

اللہ نے تم میں سے اہل ایمان اور نیک عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین کی خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ اس نے اُن سے پہلے، امتوں کو عطا کی تھی، اور اُن کے دین کو جو اللہ کا پسندیدہ ہے۔ غلبہ و تمکنت دے گا۔ اور اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور جو لوگ اس کے بعد کفر کریں گے تو وہ لوگ نافرمان ہوں گے!

۳۔ ادائیگی حقوق

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (النساء۔ ع ۸)

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں (حقوق) اُن کے مستحق لوگوں کو ادا کرتے رہو۔

۴۔ قیامِ عدل

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ

بے شک اللہ تم کو عدل، حسنِ سلوک اور رشتہ داروں کی امداد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور بے حیائی اور بُری باتوں سے اور سرکشی سے

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ج يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (النحل - ۹۰)	منع کرتا ہے - تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو -

۴ - مثالی کردار

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ج اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا قف فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ج وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ ۱۳۵ (النساء - ع ۲۰)	اے ایمان والو، انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو، اگرچہ انصاف اور گواہی تمہاری اپنی ذات کے خلاف پڑتی ہو، یا والدین اور اقربا کے (خلاف پڑتی ہو) فریق معاملہ خواہ امیر ہو یا غریب - بہر حال اللہ دونوں سے زیادہ ہے کہ اس کا لحاظ کرو، پس اپنی خواہش کی پیروی میں انصاف سے باز نہ رہو - اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو یاد رکھو جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ کو اس کی خبر ہے -
وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (پ ۲ - ۱)	بہترین قبیلہ عطا کرنے کی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے - تاکہ تم اپنے اعمال سے لوگوں کے لئے (معیار حق کے) گواہ بنو، اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اپنے اسوۂ حسنہ سے) گواہ ہوں

۵ - امورِ دینیہ کی ترویج

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ	(یہ وہ لوگ ہیں) جن کو اگر ہم زمین میں غلبہ عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے - زکوٰۃ

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾	دیں گے، نیک کاموں کا حکم دیں گے اور بُری باتوں سے روکیں گے۔ اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔
(الحج - ع ۶)	

تعلیم و تبلیغ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران ع ۱۰)	اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو، جس کے کارکن لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائیں، اچھے کاموں کا حکم کریں، اور بُری باتوں سے روکیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(اس آیت کی رُو سے یہ حکم ہے کہ بیرونی ممالک میں تبلیغی جماعتیں بھیجی جائیں)

۶- نصابِ قرآن

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ	یہ کتاب ہم نے آپؐ کی طرف اتاری ہے تاکہ آپؐ لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالیں۔
(ابراهیم - ع ۱)	
وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ	اور جو کچھ رسولؐ تم کو دیں، اُسے لے لو۔ اور جس کام سے منع کریں، اس سے باز رہو۔
(حشر - ع ۱)	
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾	اور جو اللہ کے اتارے ہوئے (احکام) کے مطابق حکم نہ کریں، وہی لوگ ظالم ہیں۔ (مائدہ - ع ۷)

اسی سورۃ کی آیات نمبر ۴۴ اور ۴۷ میں ایسے لوگوں کو کافر اور فاسق کہا گیا ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ (۱۷/۹)

یہ قرآن نہایت سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (النحل-۸۹)

اور ہم نے آپؐ پر ایسی کتاب اتاری جو تمام چیزوں کو بیان کرتی ہے اور جس میں مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور خوشخبری ہے۔

۷۔ مستورات کے حقوق کی نگہداشت

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (النسآء : ۳۴)

مرد، عورتوں کا سہارا ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔

۸۔ غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت

حریت ضمیر

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قف (البقرہ : ۲۵۶)

دین کے بارے میں زبردستی نہیں (یعنی غیر مسلموں کو دین اسلام کی تبلیغ کی جائے گی مگر انہیں اسلام قبول کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہوگی۔

عدمِ تعصّب

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ

اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی، اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں

وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ (الممتحنہ ع۲)

نکالا۔ تم اُن کے ساتھ انصاف کرو۔ اللہ بیشک انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

۹- فوجی تیّاری

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ج لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ط وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

(انفال - ع ۸)

اور ان سے لڑائی کے لئے قوت اور پلے ہوئے گھوڑے تیار کرو جتنا زیادہ تیار کر سکتے ہو، تاکہ اللہ کے دشمنوں، تمہارے دشمنوں اور جو اُن کے علاوہ دوسرے ہیں جن کو تم نہیں جانتے۔ اللہ ان کو جانتا ہے سب پر دھاک پڑے، اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا ملے گا۔ تمہارے حق میں سے کچھ کمی نہ کی جائے گی۔

۱۰- فرائضِ مُسلم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ج وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ط هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ط هُوَ سَمّٰىكُمُ

اے ایمان والو، اللہ کے سامنے اپنی عاجزی کے اقرار کے لئے رکوع اور سجدے کرو، اور اپنے رب کے بتائے ہوئے احکام کے مطابق زندگی بسر کرو۔ اور اچھے کام کرو تاکہ تم کامیاب ہو اللہ کی راہ میں خوب محنت کرو۔ اتنی زیادہ کہ محنت کا حق ادا ہو جائے، اللہ نے تمہیں پسند کیا ہے اور اُس نے دین میں تم پر کوئی تنگی اور مشکل نہیں رکھی۔ جس ملت میں تم ہو یہ ملت تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ہے پہلے

اَلْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ج فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ط هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ع	اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس قرآن میں بھی تمہارا یہی نام ہے تاکہ رسول اپنے اسوۂ حسنہ سے تم پر گواہ ہو اور تم اپنے عمل سے لوگوں پر گواہ ہو۔ پس تم نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو۔ اور اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرو۔ وہ تمہارا مولا ہے۔ پس کیا ہی اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار!

(الحج: ع ۱۰)

حکومت کے اجزا

۱۔ صدارت (صدر باشوریٰ)

۲۔ عدلیہ

انتظامیہ[1] کی نوعیت

۱۔ صدرِ مملکت،

۲۔ ناظمانِ صوبہ جات

۳۔ حاکمانِ علاقہ

۴۔ مرکزی شوریٰ

۵۔ صوبائی شوریٰ

صدر کی صفات

۱۔ اللہ سے ڈرنے والا، پاک باطن، پاک ظاہر، مسلم اور مومن ہو۔

۲۔ صاحب علم و فراست و تجربہ کار ہو۔

۳۔ صاحبِ صحت و ہمّت ہو۔

۴۔ اشاعت و نفاذِ اسلام کا اہل ہو۔

۵۔ دفاعی اور تادیبی جہاد کر سکتا ہو۔

---

[1] انتظامیہ کے نمبر ۱، ۲، ۳ کے تمام حکام مرد ہوں گے۔

صدر کی صفات

آنحضرت صلّی اللہُ عَلَیہ وآلہٖ وسلّم کی ہدایتیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"اے مومنو، اللہ سے تم نے جو عہد باندھ رکھے ہیں۔ اُن کو پورا کرو،

یہ وُہ ہدایات ہیں جو اللہ کے نبی اور رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے عمرؓ بن حزم کو اس وقت دیں جب اُن کو یمن پر مقرر کیا ——— ہر معاملہ میں اللہ سے ڈرتا رہے۔ حق پر قائم رہے جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے، اور لوگوں کو بھلائی کی خوش خبری دے اُسی کا حکم سنائے اور لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے، اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کرے اور لوگوں کو ناپاکی کی حالت میں قرآن کو ہاتھ لگانے سے روکے، اور لوگوں کو ان کے حقوق اور ذمہ داریوں سے آگاہ کرے، حق کے معاملہ میں لوگوں کے لئے نہایت نرم ہو۔ اگر وہ کسی ظلم کا ارتکاب کریں تو اُن پر سختی کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو ناپسند کیا ہے۔ چنانچہ اُس نے ارشاد فرمایا ہے" اَلَا لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے" اور لوگوں کو جنّت اور جنّت میں لے جانے والے اعمال کی بشارت دے، اور دوزخ اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال سے ڈرائے اور لوگوں کی دلداری کرے۔ یہاں تک کہ لوگ دین کا فہم حاصل کرنے کی طرف مائل ہوں۔ اور لوگوں کو حج کے آداب، اس کے طریقے اور اس فرض کی اہمیت سے آگاہ کرے۔ حج اکبر تو حج اکبر ہے۔ حج اصغر سے مراد عمرہ ہے اور لوگوں کو صرف ایک چھوٹے سے کپڑے میں نماز پڑھنے سے روکے۔ کپڑا کم از کم اتنا ہونا چاہیئے کہ اس کے دونوں گوشے موڑ کر وہ اپنے کندھوں پر ڈال سکیں۔ اور لوگوں کو اس بات سے روکے کہ کوئی شخص ایک کپڑے میں نہ بیٹھے کہ اس کی ستر کھل جائے اور اس بات سے بھی روکے کہ لوگ اپنے بال سر کے پیچھے ایک جوڑے کی صورت میں باندھیں، اگر لوگوں میں کوئی جھگڑا اٹھ کھڑا ہو تو اس بات کی نگرانی کرے کہ لوگ قومی اور قبائلی عصبیت کے نعرے بلند نہ کرنے پائیں۔ بلکہ اُن کی پکار صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے نام پر ہو، اگر

کوئی گروہ اللہ کے نعرہ کی بجائے اپنے قومی اور قبائلی نعرہ پر ہی اصرار کرے تو ان کی
لی جائے۔ یہاں تک کہ وہ قومی اور قبائلی عصبیت سے دستبردار ہو کر اللہ
لاشریک کا نعرہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں اور لوگوں کو ٹھیک طریقہ سے وضو کرنے کا
دے کہ لوگ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک اور پاؤں ٹخنوں تک دھوئیں، اور اپنے
وں کا مسح کریں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، اور نمازوں میں اوقات کی پابندی
کوع اور سجدے کے اہتمام اور خشوع کا حکم دے، فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھی جائے
ہر کی دوپہر میں زوال کے بعد، اور عصر کی نماز جب سورج منہ موڑ چکا ہو، اور مغرب
کے داخل ہوتے ہی، اس میں اتنی تاخیر نہ کی جائے کہ تارے نمایاں ہو جائیں عشاء
شب میں، جمعہ کے لئے یہ حکم دیا جائے کہ جب اُس کی اذان ہو تو لوگ مستعدی او
می کے ساتھ آئیں۔ اور گھروں سے نکلنے سے پہلے غسل کر لیں۔" (ابن ہشام)

حضرت صدیق اکبرؓ کی ہدایتیں

"لوگو۔ اللہ کی قسم میں امارت کا آرزومند نہ تھا۔ میں نے کھلم کھلا اور چھپ کر کبھی بھی اللہ سے اس کی دُعا نہیں کی، اور نہ مجھے اس کا شوق تھا، مگر مجھے خوف ہے کہ کہیں فتنہ نہ پیدا ہو جائے۔ اس بنا پر یہ بوجھ اٹھانے پر آمادہ ہو گیا ہوں، میرے لئے اس میں کوئی راحت نہیں بلکہ اتنا بڑا بوجھ مجھ پر ڈال دیا گیا ہے کہ میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا، اور اللہ کی نصرت و یاوری کے بغیر میں اسے پورا نہیں کر سکتا۔ کاش اس جگہ کوئی شخص ہوتا جو مجھ سے زیادہ اس بوجھ کو اٹھانے کی قابلیت رکھتا۔

میں تم پر حاکم مقرر کیا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر اچھا کام کروں تو میری مدد کرو، اگر غلطی کروں تو اصلاح کر دینا، سچائی امانت ہے، اور جھوٹ بد دیانتی، انشاء اللہ تمہارا کمزور بھی میرے نزدیک قوی ہے، یہاں تک کہ اس کا حق دلوا دوں۔ اور تمہارا قوی آدمی بھی میرے نزدیک کمزور ہے، جب تک اس سے حق نہ لے لوں، جو قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتی ہے۔ اللہ اس کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ اور جن لوگوں میں بدکاری عام ہو جاتی ہے۔ ان پر بلا بھی عام ہو جاتی ہے، اگر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو، اور اگر میں نافرمانی کروں

تو میری اطاعت تم پر لازم نہیں۔

صدر کے حقُوق و فرائض

۱۔ صدر مجلس شوریٰ کے تعاون سے (یعنی صدر باشوریٰ) مملکت کے باشندوں کا سربراہ ہوگا۔

۲۔ صدر کو امُورِ مملکت کی انجامِ دہی کے لئے مکان، طبی امداد، سواری، ٹیلیفون ملازم، کھانا اور لباس مُفت مہیّا کئے جائیں گے۔ صدر کے ذاتی اتفاقی اخراجات، ذاتی مہمان داری اور متعلقین کی پرورش کے لئے ایک اعلیٰ درجہ ملازم حکومت کی تنخواہ کے برابر ماہانہ الاؤنس دیا جائے گا۔ لیکن اگر صدر غنی ہے اور طالب مشاہرہ نہیں تو یہ الاؤنس نہیں دیا جائے گا۔

۳۔ صدر 'محکمات' پر عمل کرنے اور عمل کرانے میں بااختیار ہوگا۔

۴۔ صدر حقوق العباد کی ادائیگی میں مجلس شوریٰ کی کثرت رائے کا پابند ہوگا۔

۵۔ صدر مشتبہہ مسائل، صلح و جنگ و امُور خارجہ وغیرہ میں کل مجلس شوریٰ کی کثرت رائے کا پابند ہوگا۔ اِلّا یہ کہ وہ رائے شریعت اسلام کے خلاف ہو[۱]۔

۶۔ صدر بجٹ اور ٹیکسوں کے معُاملات میں محکمہ مال اور کل مجلس شوریٰ کی کثرتِ رائے کا پابند ہوگا۔

۷۔ صدر کے جملہ انتظامی احکامات "صدر باشوریٰ" کی حیثیت سے جاری ہوں گے۔

۸۔ صدر محکمہ جات کو ممبران شوریٰ میں تقسیم کرے گا اور نگرانی کرے گا۔

۹۔ صدر دس ممبران شوریٰ کی "مرکزی شوریٰ انتظامیہ" بناکر محکمہ فوج، پولیس، حاکمانِ اعلیٰ کے تعیّنات، تبادلہ جات اور امن و قانون کی حکومت کے کاموں کی نگرانی کرے گا۔

۱۰۔ صدر حقوق العباد میں ملک کے ایک باشندہ کی حیثیت رکھے گا۔

۱۱۔ صدر دائمی ہے جب تک کہ وہ صدر کی شرائط کو پورا کرتا ہے اور مملکت کے کاموں کو خوش اسلوبی سے سرانجام دیتا رہے لیکن ہر پانچ سال کے بعد اسے مجلسِ شوریٰ کے تمام ممبران اور مجلس رہنمائے آئین و قوانین کی نصف سے زیادہ اکثریت سے اعتماد حاصل کرنا ہوگا اس کے لئے عدلیہ فوقیہ کی نگرانی میں رائے شماری کرائی جائے گی عدم اعتماد کی صورت میں،

---

[۱] اس صورت میں مجلسِ رہنمائے آئین و قوانین سے فیصلہ حاصل کیا جائے گا۔

صدر کا نیا انتخاب ہوگا۔ جس میں سابقہ صدر حصّہ لینے کا اہل ہوگا۔

۱۲۔ صدر کو ⅔ ممبرانِ شوریٰ کی کثرتِ رائے سے معطل کیا جاسکے گا اور عدالت فوقیہ کی سماعت و توثیق سے ریٹائر یا برخواست کیا جاسکے گا۔

۱۳۔ مرکزی شوریٰ انتظامیہ کا سینیئر ممبر نائب صدر کہلائے گا۔ وہ صدر کے تعطل اور غیر موجودگی میں صدر کے فرائض انجام دے گا۔

۱۴۔ صدر کا فرض ہوگا کہ وہ اسلام کی سیادت (SUPERMACY OF ISLAM) قائم کرنے اور اندرونِ ملک و بیرونِ ملک اشاعتِ اسلام کے کاموں کی سعی اور نگرانی کرے گا۔

۱۵۔ صدر ناظمِ جہاد اور امیرِ جہاد ہوگا۔

۱۶۔ صدر ایک مہینہ میں دو مرتبہ دوسری اور سولہویں تاریخوں سے شروع کر کے مجلسِ شوریٰ بُلائے گا۔ جس میں مملکت کے ہر پندرہ دنوں کے کاموں کا جائزہ لیا جائے گا۔ اور اصلاح و ترقی کی اسکیمیں منظور کی جائیں گی۔ مجلس کی جملہ روئداد صیغہ راز میں ہوگی اِلّا یہ کہ منظور کردہ ضوابط اور تدابیر کی اشاعت کی جائے گی۔

۱۷۔ مجلسِ شوریٰ کے ممبروں کی تعداد ۱۱۰ ہوگی۔ ان کے فرائض کار کی تقسیم درج ذیل ہوگی۔

ا۔ دس ممبرانِ مرکزی شوریٰ انتظامیہ کے۔

ب۔ سو ممبران شوریٰ کو بیس گروپوں میں (ایک چیئرمین اور چار ممبران) کی حیثیت سے تقسیم کر کے محکمہ جات کا انتظام سونپا جائے گا۔ یہ تقسیم صدر با شوریٰ کریگا۔

۱۸۔ مرکزی شوریٰ انتظامیہ کے ممبران کا انتخاب حسبِ ذیل طریقہ پر ہوگا۔

ا۔ تین ممبروں کو صدر اپنی مرضی سے چُنے گا۔

ب۔ سات ممبروں کو ادارہ تقررات، ممبران مجلسِ شوریٰ میں انتظامی صلاحیتوں اور محکمہ جاتی قابلیتوں کے معیار پر انتخاب کرے گا۔

ج۔ صدر، یا صدر کے کہنے پر ادارہ تقررات ملکی انتظامی ضروریات کے لئے پبلک میں سے تین اضافی ممبران کا تقرر کر سکے گا۔ یہ ممبران مرکزی شوریٰ انتظامیہ کے مددگار

ممبران ہوں گے۔ انہیں رائے شماری میں حصہ لینے کا حق نہ ہوگا۔ یہ تقرر عارضی ہوگا۔ مگر حسب صوابدید صدر دو سال تک جاری رہ سکے گا

صدر کا انتخاب | صدر کا انتخاب ان لوگوں میں سے بذریعہ خفیہ رائے دہی اور زیر نگرانی ادارہ انتخابات کیا جائے گا۔

ا۔ ممبرانِ مجلسِ شوریٰ

ب۔ ناظمانِ صوبہ جات

ج۔ حاکمانِ ضلع جات

د۔ محکمہ جات حکومت کے سیکرٹری

س۔ عدالت فوقیہ مرکزی (سپریم کورٹ) و عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) کے جج۔

ک۔ مجلسِ رہنمائے آئین و قوانین کے ممبران۔

ل۔ حکومت کے منظور شدہ اور پبلک کے دینی اداروں (جن کا عملہ پچاس افراد سے کم نہ ہو) کے سربراہ۔

م۔ اعلیٰ تعلیمی اداروں کے سربراہان شعبہ جات (پرنسپل و ہیڈ آف ڈپارٹمنٹ)

ی۔ جو شخص صدارت کا امیدوار ہوگا۔ وہ مذکورہ صفات کے کم از کم پانچ صاحبان کی تائید کے ساتھ انتخابی پینل کو درخواست دے گا۔ خفیہ رائے دہی کے لئے پچاس نمبر ہوں گے اور پچاس نمبر انتخابی ادارہ کے انٹرویو، قابلیت اور تجربہ کے لئے ہوں گے

انتظامیہ کی نوعیت

۱۔ صدر = ۱

۲۔ ممبرانِ مرکزی شوریٰ انتظامیہ = ۱۰

۳۔ ممبران شوریٰ ملکیہ = ۱۰۰

ممبرانِ شوریٰ

ممبران شوریٰ کی صفات وہی ہوں گی جو صدر کی صفات ہیں۔ البتہ غیر مسلم اقلیتوں

لہ عمر کے لحاظ سے صدر ۴۰ سال، مرد ممبر شوریٰ ۳۵ سال، خاتون ممبر شوریٰ ۴۵ سال سے کم نہ ہوں گے۔

اور خواتین ممبران کی صفات ملک کی ضروریات کے حسبِ حال ہوں گی۔ جن کا تعین مجلس رہنمائے آئین و قوانین کرے گی۔ ۱۱۰ ممبرانِ شوریٰ میں ۱۰۰ مرد اور ۱۰ عورتیں ہوں گی ۱۰۰ مردوں کی تعداد کو ملک کی کل آبادی کے تناسب سے منتخب کیا جائے گا۔ ہر صوبہ سے کم از کم ۱۰ ممبران ضرور چُنے جائیں گے۔ اقلیتوں کے نمائندوں کا انتخاب علاقہ جات میں آبادی کے معیار پر جُداگانہ ہوگا۔

ممبرانِ شوریٰ کے حقُوق و فرائض

۱۔ ممبرانِ شوریٰ ملکیہ ادارۂ انتخابات کی معرفت منتخب ہو کر آئیں گے۔

۲۔ ممبران شوریٰ ملکیہ کی نصف تعداد کا انتخاب عُمر کی بڑائی کے لحاظ سے ہر چار سال بعد ہوگا۔ یعنی پہلے انتخاب کے سینیئر ممبر آٹھ سال تک شوریٰ میں رہیں گے۔

۳۔ ممبران شوریٰ ملکیہ کی تعداد ۱۱۱ ہوگی، جن میں سے ایک صدر اور ۱۱۰ ممبران ہوں گے۔ یہ تعداد ایک کروڑ تا دس کروڑ آبادی کے ملک کے لئے ہے، اس میں کمی بیشی ممکن ہے،

۴۔ شوریٰ میں کوئی حزبِ اقتدار یا حزبِ اختلاف یا سیاسی نمائندگی نہ ہوگی، ایک ٹیم کی طرح خدمت کے جذبہ کے ساتھ کام کیا جائے گا، مسائل کو بہتر اور زیادہ بہتر طور پر حل کرنے کا جذبہ ہوگا، اتفاق اور اختلاف کی یہی حیثیت ہوگی۔ شوریٰ میں اختلاف رائے ہو سکے گا۔ لیکن شوریٰ سے باہر اختلاف کی اشاعت نہ ہوگی۔ شوریٰ کی کاروائی خفیہ اور محدُود ہوگی۔ صرف پبلک کے مفاد کی تدابیر اور اعلانات کی اشاعت کی جائے گی۔

۵۔ ممبرانِ شوریٰ انفرادی اور اجتماعی طور پر صدر کو جوابدہ ہوں گے۔ صدر اُن کو وقتاً فوقتاً مختلف اُمور کی نگرانی اور انتظام سونپ سکے گا اور تبدیلی و تقرری کا حقدار ہوگا۔ جس کی کوئی اپیل نہیں ہوگی۔

۶۔ ممبرانِ شوریٰ کو ضلع کے اعلیٰ افسر کی تنخواہ کے برابر ماہانہ مشاہرہ دیا جائے گا۔ اور محکمہ جاتی چیئرمین کو اس تنخواہ کے علاوہ دس فیصد اضافی الاؤنس دیا جائے گا۔

۷۔ ہر ممبر شوریٰ کو اُمور حکومت کی انجام دہی کے لئے ایک ملازم، سواری اور ٹیلیفون مہیّا کئے جائیں گے اور تنخواہ کے پچیس فیصد کے برابر کرایہ مکان، فیملی الاؤنس، میڈیکل الاؤنس[1] دیا جائے گا۔

---

[1] یہ الاؤنس ممبر شوریٰ انتظامیہ اور صدر کو بھی ملے گا۔

۸۔ صدر، حکومت کے شعبہ جات کو ممبرانِ شوریٰ میں اُن کے گروپ بنا کر تقسیم کریگا ہر گروپ چار ممبران اور ایک چیئرمین پر مشتمل ہوگا۔ یہ گروپ بنانا، ان میں تبدیلی کرنا یا توڑنا صدر کا کلّی اختیار ہوگا۔

۹۔ ممبرانِ شوریٰ کی ⅔ تعداد کی اکثریّت صدر کو کسی حکم کے نفاذ سے روک سکے گی، یا اس کی ذاتی بے راہ روی کی بنا پر ایک ماہ کے لئے معطل کر سکے گی۔ ہر دو صورتوں میں فوری طور پر عدالتِ فوقیہ (سپریم کورٹ) سے توثیق حاصل کی جائے گی۔ عدالت ــــــــ شوریٰ کے احترام میں شوریٰ کے فیصلہ کی عارضی توثیق کر دے گی۔ لیکن صدر کو صفائی کا موقع دے کر بعد ازاں مستقل فیصلہ کرے گی جو حتمی اور آخری ہوگا۔

۱۰۔ صدر کسی ممبر شوریٰ کو عارضی طور پر ایک ماہ تک کی مُدّت کے لئے معطل کر سکے گا اور ملکی مفاد میں پُوری شوریٰ کی نصف سے زائد اکثریّت کی خفیہ رائے شماری سے مستقل طور پر علیحدہ کر سکے گا۔ عدالت میں اس کی اپیل ہو سکے گی مگر کارروائی خفیہ اور کسی وکیل کی مدد کے بغیر ہو گی۔ صدر اور شوریٰ دینی امور اور اہم آئینی معاملات میں مجلس رہنمائے آئین و قوانین سے ہدایات لیں گے اور مطابقت میں عمل کریں گے۔ اختلاف کی صورت میں مجلس رہنمائے آئین و قوانین کے کم از کم دس ممبروں یا شوریٰ ملکیہّ کے ۲۵ ممبروں کی طرف سے عدالت فوقیہ سے رجُوع کیا جا سکے گا۔ جس کا فیصلہ حتمی ہوگا۔

ممبرانِ شوریٰ کا انتخاب

۱۔ ادارۂ انتخابات ملک بھر سے آئی ہُوئی درخواستوں کی جانچ پڑتال اور ذاتی انٹرویو لے کر ممبرانِ شوریٰ ملکیہّ کا انتخاب کریگا۔

۲۔ انتظامی صلاحیّت، تعلیمی قابلیّت اور ماہرانہ تجربہ معیارِ انتخاب ہوگا۔

۳۔ تعلیمی، دینی، صنعتی، تجارتی، رفاہی، سائنسی، طبّی، زراعتی، وغیرہ اداروں کے سربراہ اور ذمہ دار عہدیداران نیز ریٹائرڈ سول و فوجی اعلیٰ افسران ممبرانِ شوریٰ منتخب ہونے کے اہل ہوں گے۔

۴۔ تمام صوبہ جات یا علاقوں اور ضلعوں کی نمائندگی کا لحاظ رکھتے ہوئے آبادی کے تناسب سے ممبرانِ شوریٰ کا انتخاب اور تقرر کیا جائے گا۔

۵۔ مذکورہ بالا اصول کے مطابق ہر صوبہ سے یا ہر اس آبادی سے جو دس لاکھ افراد

سے ایک کروڑ تک ہو۔ ایک خاتون نمائندہ ممبر شوریٰ کا تقرر[۱] کیا جائے گا۔ یہ سب مستورات[۲] ایک علیحدہ گروپ بنائیں گی اور مستورات کے بہبود کے اداروں کی سرپرستی کریں گی اور پندرہ روزہ شوریٰ میں حکومت سے تعاون حاصل کریں گی۔

۶۔ اقلیتوں کو مسلم ممبران کی طرح ان کی عددی آبادی کے تناسب سے شوریٰ میں نمائندگی دی جائے گی۔ معیارِ قابلیت اور صدر کی حسبِ صوابدید انہیں گروپ چیئرمین بنایا جاسکے گا۔

انتظامیہ کے محکمہ جات

۱۔ ادارہ مالیات و محصولات
۲۔ ادارہ فوج
۳۔ ادارہ پولیس
۴۔ ادارہ تعلیم
۵۔ ادارہ شفاخانہ جات
۶۔ ادارہ تقررات
۷۔ ادارہ صنعت
۸۔ ادارہ تجارت
۹۔ ادارہ بنک و انشورنس
۱۰۔ ادارہ رسد و سامان
۱۱۔ ادارہ زراعت و خوراک
۱۲۔ ادارہ تعمیرات
۱۳۔ ادارہ طباعت
۱۴۔ ادارہ نشریات و اشاعت
۱۵۔ ادارہ تعلقات عامہ و تقریبات
۱۶۔ ادارہ تعلقاتِ خارجہ
۱۷۔ ادارہ رفاہی جمہوریت
۱۸۔ ادارہ تادیب و حبس (جیل خانہ جات)
۱۹۔ ادارہ مواصلات
۲۰۔ ادارہ روزگار
۲۱۔ ادارہ اعداد و شمار
۲۲۔ ادارہ انتخابات

ادارہ تقررات (PUBLIC SERVICE COMMISSION)

۱۔ یہ ادارہ بہترین قابلیتوں کے عالموں، پروفیسروں، منتظموں اور ماہرین فن کا حکومت کے اداروں کے لئے انتخاب کرے گا۔

۲۔ یہ ادارہ ایک چیئرمین اور چار ممبرانِ کمیشن پر مشتمل ہوگا

---

[۱] خاتون ممبر شوریٰ کا ادارہ تقررات کے ذریعے سلیکشن ہوگا ادارہ انتخابات کے ذریعے الیکشن نہیں ہوگا۔ اور یہ تقرر بصیغہ اجازت ہے ضروری اور لازمی نہیں [۲] مستورات باہمہ حال اسلامی پردہ کا اہتمام رکھیں گی۔

۳- اس ادارے کی صوبائی شاخیں ہوں گی۔

۴- مرکزی ادارہ مرکزی ملازمتوں اور شوریٰ کے لئے انتخاب کرے گا اور صوبائی شاخیں صوبائی ملازمتوں اور صوبائی کونسل کے ممبران کا انتخاب کریں گی۔

۵- صدر مملکت اس ادارے کے ایک چیئرمین اور چار ممبران کا انتخاب، کل ممبرانِ شوریٰ کی کثرت رائے سے کرے گا۔

۶- اس ادارہ کے مذکورہ عہدہ دار دوسرے محکموں کے ریٹائرڈ یا غیر ریٹائرڈ تجربہ کار اعلیٰ احکام میں سے پانچ سال کے لئے لئے جائیں گے وہ ممبران شوریٰ ملکیہ سے مشتثنیٰ ہوں گے اور حکومت کے اعلیٰ افسروں کے برابر تنخواہ و الاؤنس لیں گے اس کے چیئرمین کو تنخواہ کا دس فیصد اضافی الاؤنس دیا جائے گا۔

ان میں سے ہر پانچ سال کے بعد تین سینئر ممبر ریٹائر ہو جائیں گے۔

۷- یہ ادارہ عدلیہ کے ججوں کا انتخاب کرے گا۔

۸- فوج کے علاوہ باقی تمام محکموں کے لئے افسران اعلیٰ اس ادارہ کے ذریعے لئے جائیں گے۔

۹- صوبائی ادارہ تقررات کے چیئرمین اور ممبروں کا انتخاب اور تقرر مرکزی ادارہ تقررات، صدر کی انتظامیہ کی توثیق سے کرے گا۔

ادارۂ اعداد و شمار

۱- یہ ادارہ ہر دس سال بعد مردم شماری کرائے گا اور اس کا صحیح ریکارڈ رکھے گا۔

۲- ملک کے سترہ سال سے زیادہ عمر کے تمام مردوں کو شناختی کارڈ جاری کرے گا اور ان کا ریکارڈ رکھے گا۔

۳- ایسے تعلیم یافتہ اور انتظامی صلاحیتیں رکھنے والے افراد کی مخصوص فہرستیں تیار کرے گا اور مکمل ریکارڈ رکھے گا، جو صدر کے انتخاب میں رائے دینے کے اہل ہونگے اور یہ فہرستیں ادارہ تقررات (PUBLIC SERVICE COMMISSION) کو مہیّا کرے گا۔

۴- ملک کے پیشہ ور ہنرمندوں کی ان کی ماہرانہ صلاحیتوں کے مطابق لسٹیں تیار کریگا

اور UPTO DATE ریکارڈ رکھے گا۔

۵۔ سائنسی، دینی، جغرافیائی، زراعتی اور قانونی علوم میں ماہرانہ قابلیت رکھنے والے علماء کی فہرستوں کو تیار کر کے محفوظ کرے گا۔

۶۔ پیدائش و اموات کا DAY TO DAY ریکارڈ رکھے گا۔

۷۔ ملک کی یونیورسٹیوں، ٹیکنیکل کالجوں اور صنعتی اداروں سے فارغ ہونے والے تمام طلبہ کا ریکارڈ رکھے گا۔

۸۔ ملک کے تمام دینی، تعلیمی، صنعتی، زراعتی اور ہر قسم کے فنی و غیر فنی اداروں کی فہرستیں رکھے گا۔

۹۔ ملک میں شائع ہونے والے تمام اخباروں، رسالوں اور کتابوں کی فہرستیں اور ان سب کا ریکارڈ رکھے گا۔

ادارہ انتخابات
ELECTION COUNCIL

۱۔ یہ ادارہ صدر* اور ممبران شوریٰ کے انتخاب کے لئے حسبِ ضرورت مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل ہو کر قائم کیا جاتا رہے گا۔ اس ادارہ کی حیثیت وقتی اور ارکانِ ادارہ کے فرائض اُن کے مقررہ فرائض پر اضافی ہوں گے۔ انتخابی فرائض کی ادائیگی پر تنخواہ کا ۱/۵ حصہ بطور اضافی الاؤنس دیا جائے گا۔ مندرجہ ذیل صاحبان اس ادارہ کے ارکان ہونگے

۱۔ ادارہ تقررات کے سب ممبران و چیئرمین

۲۔ عدلیہ فوقیہ (سپریم کورٹ) کے دو سینیئر جج بشمول چیف جسٹس

۳۔ عدلیہ عالیہ کے تین سینیئر جج بشمول چیف جسٹس

۴۔ مجلس رہنمائے آئین و قوانین کے پانچ ممبران جو دینی و انتظامی و عمرانی علوم کے ماہرین ہوں۔

۵۔ فوج کا سپریم کمانڈر

۶۔ پولیس کا انسپکٹر جنرل

۷۔ * مجلس شوریٰ کے تمام گروپ چیئرمین (یہ صرف صدر کے انتخاب میں شریک ہوں گے)

مندرجہ بالا ۱۳ صاحبان عدلیہ فوقیہ کی چیئرمین شپ میں انٹرویوز کے نمبر دے کر

* ممبرانِ شوریٰ کے انتخاب میں شمار نمبر ۷ کی جگہ صدرِ مملکت ہوگا۔

اپنی رائے کا اظہار کریں گے۔

۲۔ صدر اور ممبران شوریٰ کے انتخاب میں مطلوبہ صفات اور صلاحیتوں کے بارے میں انٹرویو لیا جائے گا۔

۳۔ صدر کا انتخاب دو طرح ہوگا

(ا) بذریعہ محدود رائے دہی جس کے لئے پچاس نمبر ہوں گے۔ یہ نمبر ووٹوں کی تعداد کی بنیاد پر دیئے جائیں گے۔ دوسرے اور تیسرے نمبر پر آنے والے صدارتی امیدواروں کو بھی ووٹوں کی گنتی کے لحاظ سے نمبر ملیں گے۔

(ب) بذریعہ انٹرویو۔ جس کے پچاس نمبر ہوں گے۔ ہر دو طریق کے مجموعی نتیجے میں جو شخص فائق ہوگا، اُسے صدرِ مملکت منتخب قرار دیا جائے گا۔

عدلیہ

۱۔ عدلیہ مرکزیہ یعنی عدلیہ فوقیہ (سُپریم کورٹ) میں ایک چیف جسٹس اور چار جسٹس ہوں گے۔

۲۔ عدلیہ فوقیہ، عدلیہ عالیہ کی اپیلوں اور صدارتی انتظامیہ کے مقدمات کی سماعت کرے گی۔

۳۔ عدلیہ فوقیہ کے فیصلے پُوری مملکت اور صدارت پر اثر انداز ہوں گے۔

۴۔ عدلیہ فوقیہ انتظامی معاملات میں صدر کے خلاف صرف اس صورت میں کوئی کارروائی کرے گی۔ جبکہ ممبرانِ شوریٰ کی ½ تعداد صدر کے خلاف مقدمہ دائر کرے

۵۔ صدر کی معزولی کے لئے ½ تعداد مجلسِ شوریٰ اور ½ تعداد مجلس تحقیق ورہنمائے آئین و قوانین عدلیہ فوقیہ سے رجوع کرے گی۔

۶۔ عدلیہ فوقیہ کے ماتحت عدلیۂ عالیہ اور اس کے تحت عدلیہ تحتیہ ہوگی۔

۷۔ عدلیہ فوقیہ اور عدلیہ عالیہ کے تحت ایک مخصوص مجلسِ اشاعت ہوگی۔

۸۔ عدلیہ فوقیہ اور عدلیہ عالیہ کے تحت ایک مخصوص شعبۂ پولیس ہوگا۔

۹۔ عدلیہ کا طریق کار۔ مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے۔

۱۰۔ عدلیہ مرکزیہ حقوق العباد میں ماتحت عدالتوں کی سفارش پر صدر کے خلاف

مقدمہ کی سماعت کرے گی۔

عدلیہ کا دائرہ کار ۱۔ عدلیہ فوقیہ (سپریم کورٹ) صدارت پر نگرانی اور بڑے مقدمات طے کرے گی۔

۲۔ عدلیہ عالیہ، ناظمین (گورنران) اور حاکمانِ اعلیٰ (کمشنران) و انتظامیہ کی نگران ہوگی۔

۳۔ عدلیہ تحتیہ شہری انتظامیہ پر نگران ہوگی۔

عدلیہ کے تقررات ۱۔ عدلیہ فوقیہ مرکزیہ (سپریم کورٹ) کا چیف جسٹس پرانا، تجربہ کار اور ۴۵ سال سے اوپر کی عُمر کا ہوگا۔

۲۔ عدلیہ فوقیہ مرکزیہ کے پانچ جج ہوں گے جو پرانے تجربہ کار اور ۴۵ سال سے اوپر کی عمر کے ہوں گے

۳۔ عدلیہ فوقیہ مرکزیہ کے جج ادارۂ تقررات کے ذریعہ صدر باشوریٰ کی توثیق سے لئے جائیں گے۔ ان میں ۳ جج عدالتِ عالیہ اور ۲ جج پبلک سے لئے جائیں گے

۴۔ عدلیہ عالیہ کے جج ادارہ تقررات کے ذریعے ماتحت عدالتوں اور پبلک سے نصف نصف لئے جائیں گے۔

۵۔ ادارہ تقررات مرکز اور صوبوں کی عدالتوں کے لئے ججوں کا انتخاب کرے گا۔

۶۔ عدلیہ فوقیہ (سپریم کورٹ) کے ججوں کا تقرر صدر کرے گا۔

۷۔ عدلیہ عالیہ اور ماتحت عدالتوں کے ججوں کا انتخاب ادارۂ تقررات کرے گا۔ اور تقرر و توثیق سپریم کورٹ کا چیف جسٹس کرے گا جو صدر کے قائم مقام APPOINTING AUTHORITY ہوگا اور وہی ان کو حسبِ قواعد معطل، تنزل علیحدہ برخاست کر سکے گا یا سزا دے سکے گا۔

مجلس رہنمائے آئین و قوانین

یہ مجلس پچیس اعلیٰ درجہ کے ماہرین علماء پر مشتمل ہوگی جن کے پانچ گروپ

ہوں گے۔ یعنی چار ممبر اور ایک چیئرمین کا ایک گروپ ہوگا۔ پانچوں چیئرمین مل کر پوری مجلس کی قیادت اور عدالت کے فرائض انجام دیں گے۔ طریق کار یہ ہوگا، کہ مختلف موضوعات پر سیمینار منعقد کریں گے۔ جن میں ممبران تحقیقی مقالات پیش کریں گے۔ انہیں بحث و تنقید کے بعد منظور کیا جائے گا اور ملک کی انتظامیہ عدلیہ اور تعلیمی اداروں کے افادہ کے لئے پیش کیا جائے گا۔ ان سیمیناروں میں چیئرمین ججوں کی حیثیت سے قیادت کریں گے۔ یہ اپنے تحقیقی مقالے بھی پیش کریں گے۔

ہر عالم کو ایک مددگار (اسسٹنٹ) دیا جائے گا۔

یہ مجلس غیر سیاسی، غیر علاقہ واری، محض علمی اور تحقیقی ہوگی۔ اور ان حضرات پر مشتمل ہوگی۔

۱۔ علمائے قرآن و حدیث و فقہ	۲۔ علمائے تاریخ
۳۔ علمائے معاشیات	۴۔ علمائے بیان و ادب
۵۔ علمائے عمرانیات	۶۔ علمائے فنونِ لطیفہ
۷۔ علمائے قانون	۸۔ علمائے ریاضی
۹۔ علمائے جغرافیہ	۱۰۔ علمائے نفسیات
۱۱۔ علمائے مذہبیات	۱۲۔ علمائے سیاسیات و تمدّن

طریقِ انتخاب | یہ علماء ادارۂ تقررات کے ذریعے منتخب ہو کر آئیں گے، ان میں بیرونی اسلامی ممالک کے علماء بھی لئے جاسکیں گے، ان علماء کا تقرر ہر پانچ سال کے لئے ہوگا۔

یہ سب کے سب تنخواہ دار ہوں گے! ان کی تنخواہوں اور الاؤنس کا معیار حاکم ضلع (ڈپٹی کمشنر) یا ممبر شوریٰ کی تنخواہ کا ہوگا۔

نوٹ: مجلس رہنمائے آئین و قوانین کے فرائض مقدمہ میں بیان کئے گئے ہیں۔

مجلس امور مذہبیات | اس میں مندرجہ ذیل شعبہ جات ہوں گے۔

۱۔ شعبۂ اسلام ۲۔ شعبۂ عیسائیت
۳۔ شعبۂ ہنود ۴۔ شعبۂ یہودیت و دیگر مذاہب۔

تمام شعبۂ جات کو ان کی آبادی کے تناسب کے اعتبار سے امداد دی جائے گی یہ شعبہ جات اپنے اپنے مذاہب کی کتابیں شائع کریں گے۔ یہ کتابیں تبلیغی اور موازنہ مذاہب کے مطالعہ کے لئے ہوں گی۔

ھنگامی اقدامات صدر باشوریٰ ملکیہّ یا ناظم باشوریٰ صوبائی، یا حاکم باشوریٰ ضلعی، کے حکم سے ملک و قوم کے مفاد میں یا انتظامی مصلحت یا امن عامّہ کے قیام کے لئے ملک، صوبہ، ضلع کے کسی بھی فرد کو ان کے گھروں یا مخصوص ریسٹ ہاؤسوں یا محبسوں یا پولیس لاک اپ میں نظربند یا مقید کیا جا سکے گا۔ یہ مدّت پندرہ دنوں سے زیادہ نہ ہوگی۔ اس مدّت کے بعد متعلقہ شخص یا اشخاص کو باعزّت طور پر چھوڑ دینا ہوگا یا عدالت میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ مقدمہ کی پوری روئداد خفیہ ہوگی۔ ضلع کی عدالتِ سماعت مقدمہ کی جو نوعیّت مقرّر کرے گی اس کے مطابق۔ تحتانی عدالت یا عدالتِ عالیہ میں مقدمہ بھیجا جائے گا۔ اپیل کی صورت میں یا عدالتِ عالیہ کے ایما او اجازت سے مقدمہ سپریم کورٹ میں بھیجا جائے گا۔

۲۔ مذکورہ ضرورتوں کے پیشِ نظر حاکمانِ ملک کسی بھی جلسہ، جلوس کو روک سکتے ہیں، بند کر سکتے ہیں اور ہر قسم کے غیر عباداتی اجتماعات پر پابندی لگا سکتے ہیں۔ یہ پابندی حسبِ ضرورت دو ماہ تک ہو سکتی ہے۔ اس سے زیادہ چار ماہ تک کی پابندی صدر باشوریٰ کے حکم سے لگ سکتی ہے۔

۳۔ مذکورہ ضرورتوں کے پیشِ نظر کسی بھی شخص یا اشخاص کو کسی علاقہ سے خارج کیا جا سکتا ہے یا داخلہ پر پابندی لگائی جا سکتی ہے۔ یہ مدّت چار ماہ سے زیادہ نہ ہوگی اس سے زیادہ پابندی کے لئے حکومت کو عدالت کو مطمئن کرنا ضروری ہوگا۔

نوٹ: پبلک اور ملازمین حکومت کے استحقاق، قواعد اور تادیبی و تعزیری احکامات کی تفصیل مجلس رہنمائے آئین و قوانین پیش کرے گی۔

رفاہی جمہوریت کے ادارے

عوام کو اپنے دینی، اخلاقی، تعلیمی اور معاشی حالات کو بہتر بنانے اور اپنی مدد آپ کرنے کے لئے اسلام نے نہایت واضح ہدایات دی ہیں۔ ان پر عمل کرکے انفرادی اصلاح اور خوش حالی کے ساتھ سماجی بہبود اور قومی ترقی کے نشانات روشن ہو جاتے ہیں۔ حکماء نے ترقی کی تین منزلیں قرار دی ہیں۔

۱۔ تہذیب اخلاق (اخلاق سنوارنا) ۲۔ تدبیر منزل (گھریلو زندگی کا انتظام) ۳۔ سیاست مدن (اجتماعی اور ملکی زندگی کا انتظام)

انفرادی اصلاح انفرادی اصلاح سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو جو صلاحیتیں دی ہیں، ان کا صحیح اور بھرپور استعمال کیا جائے یعنی خیالات اور اعمال پاکیزہ ہوں اور آخرت میں اعمال کی جزا یا سزا ملنے کے ایمان پر دُنیا کی زندگی بسر کی جائے۔ انفرادی اصلاح، اجتماعی بہبود کی بنیاد بنتی ہے۔ اگر افراد اچھے ہوں گے تو ان کا معاشرہ بھی اچھا ہوگا اور اگر افراد خراب ہوں تو ان کی جماعت بھی خراب ہوگی۔ لہٰذا اسلام نے انفرادی اصلاح پر بے حد زور دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ — دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

یعنی جو یہاں بوؤ گے، آخرت میں کاٹو گے، جو اعمال یہاں کرو گے، آخرت میں اُن کے نتائج سے دوچار ہو گے۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ (سورۂ حشر: ۱۸) — ہر شخص کو محاسبہ کرنا چاہیئے کہ اُس نے آخرت کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔

ذاتی اصلاح کرنے والے کامیاب ہوں گے اور اللہ کی یاد سے غافل اور سرکش لوگ ہمیشہ ہمیشہ ذلت میں رہیں گے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ؕ (سورہ اعلیٰ ۱۴-۱۵) — جس شخص نے اپنے آپ کو پاکیزہ کیا۔ اللہ کا نام لینے والا بنا اور نماز گزار ہوا وہ کامیاب ہوا۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰیۙ ۝ وَ اٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاۙ ۝ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰیؕ ۝ (النزعت ۳۷، ۳۸، ۳۹)

جس شخص نے سرکشی کی ہوگی اور دُنیاوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی، اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

عزت اور بڑائی بھی ذاتی اصلاح پر منحصر ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ؕ (الحجرات : ۱۳)

اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ پاکباز ہے۔

اجتماعی بہبودی کے لئے ہدایتیں

۱۔ وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ص وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ ص وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ج (الشوریٰ : ۳۸)

اور اچھے لوگوں کی صفات یہ ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم کی اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

۲۔ لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ ۢ بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝

ان کی اکثر مجلسوں میں کوئی بھلائی نہیں مگر اس شخص کے لئے بھلائی ہے کہ جس نے محتاجوں اور غریبوں کی مالی امداد کا انتظام کیا یا نیک اور فائدہ مند کاموں کے لئے زور دیا یا لوگوں میں صلح صفائی کی کوشش کی۔ اور جو شخص یہ کام اللہ کی رضا کے لئے کرے گا تو ہم اسے جلد ہی بہت بڑا اجر دیں گے اور جو شخص اللہ کی ہدایت کو واضح طور پر جان لینے کے بعد اللہ اور رسول کے برخلاف چلے گا، اور مسلمانوں کے طریق کار سے ہٹ کر کسی اور کی پیروی کرے گا۔

(النساء ۱۱۴-۱۱۵) تو ہم اس کی توجہ ادھر ہی لگا دیں گے اور اسے جہنم میں ڈالیں گے اور جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

خلاصہ ہدایات ۱۔ تمام لوگ اپنی ذاتی اصلاح کی کوشش کریں۔ ۲۔ خیالات، اخلاق اور اعمال کو پاکیزہ بنائیں۔ ۳۔ اللہ کی رضا چاہیں اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہیں۔ ۴۔ اللہ کے احکام پر شوق سے عمل کریں ۵۔ نمازیں قائم کریں تاکہ اللہ کے فرمانبردار بندے بن کر آپس میں منظم ہو جائیں، ۶۔ اجتماعی کام آپس کے مشوروں سے کریں۔ ۷۔ اپنے رزق اور مال سے دوسروں کی مدد کریں۔ ۸۔ معروفات یعنی معاشرے کی بھلائی کے کاموں کو زیادہ سے زیادہ رواج دیں۔ ۹۔ آپس کی مجلسوں کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ غریبوں محتاجوں اور بے کسوں کی مدد کی جائے اور معاشرے کے حالات کی اصلاح کی جائے، جو روٹھے ہوئے ہوں ان میں سلوک کرا دیا جائے اور ہر شخص کو زندگی بہتر بنانے کی ترغیب دی جائے۔

مذکورہ ہدایات پر اللہ کی رضا کے لئے عمل کیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں پر چلنے والے مومنوں کی راہِ عمل اختیار کی جائے۔ اور اجتماعی کام آپس کے مشوروں سے کئے جائیں۔

مشورہ کی اہمیت حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ "میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے جس کے بارے میں نہ کچھ قرآن میں اترا ہو اور نہ اس کے بارے میں کوئی بات آپؐ سے سنی ہو" اس وقت کیا کرنا چاہیے؟" فرمایا "میری امت کے عبادت گزار لوگوں کو جمع کرو اور اسے آپس میں شوریٰ کے لئے رکھ دو، ایک شخص کی رائے پر فیصلہ نہ کرو۔"

(روح المعانی)

حکومت کا تعاون رفاہی جمہوریت کے ادارے ہر مملکت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک رفاہی جمہوری ادارہ عوام کی تعلیمی، اخلاقی

دینی اور معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے انقلابی کارنامے سرانجام دے سکتا ہے۔ یہ وہ بنیاد ہے جس پر نظامِ مملکت کی پوری عمارت اٹھتی ہے۔ بنیاد اگر پائیدار نہ ہو تو عمارت کا خوبصورت ڈیزائن بیکار ہے۔ لہٰذا حکومت کی طرف سے ان اداروں کے قیام اور کاموں میں مالی امداد اور حکومتی طاقت کا تعاون نہایت ضروری ہے۔

طریق کار اوپر کے صفحات میں بیان کردہ ادارہ کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے حسبِ ذیل طریق کار اپنایا جائے۔

۱۔ شہر کے ہر محلہ میں اور دیہات کی ہر بستی میں ادارہ رفاہی جمہوریت قائم کیا جائے۔

۲۔ ادارہ رفاہی جمہوریت کا مستقل دفتر، بستی کے اسکول، یا مسجد یا علیحدہ عمارت میں قائم کیا جائے۔ جس میں ایک پارٹ ٹائم کلرک متعین ہو اور ایک دو اخبار، رسالے اور اوسط درجہ لائبریری کا انتظام ہو۔

۳۔ اس بستی/محلہ کے نیک دل اور خدمتِ خلق کا جذبہ رکھنے والے لوگ اس کے ممبر ہوں۔ ممبران کا چناؤ حکومت کی تحریک پر علاقہ کے باشندوں کو جمع کر کے آپس کے مشورہ سے کیا جائے۔ ان میں سے پانچ ذمہ دار، سلیم فطرت اشخاص کی مجلسِ مشاورت (جیوری) قرار دی جائے۔ یہ صاحبان تنازعات کا پنچائت کے طریقہ پر علاقہ کے لوگوں کو جمع کر کے اور گواہی و ثبوت حاصل کر کے فیصلہ کریں۔

۴۔ ہر ضلع کے ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ادارہ رفاہی جمہوریت کی علاقہ وار فہرست ممبران رکھی جائے۔ اور ہر ادارہ کو مالی اور قانونی مدد دی جائے۔

۵۔ حکومت اور باشندگان، ادارہ رفاہی جمہوریت کی مجلسِ مشاورت کی سفارشات کو قانونی حیثیت سے تسلیم کریں۔ جن پر ملزموں کو سزا، یا جرمانہ وغیرہ کیا جائے اور تعلیمی و عوامی اصلاح کی تجویزوں کو حتی الامکان منظور کیا جائے۔ ان کے ذریعے یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کی جائے۔ ان کی سفارش پر بیماروں کو شہری ہسپتالوں میں داخلہ دیا جائے۔ امدادِ باہمی کے اسٹور قائم کرنے، دیہات سدھار کی اسکیموں کو بروئے کار لانے، معیارِ تعلیم میں اضافے اور صنعتی و زراعتی

تجربہ گاہیں قائم کرنے کی تجویزوں کو پورا کرنے میں زیادہ سے زیادہ تعاون کیا جائے

۶۔ تنخواہ کلرک، قیمت اخبار و کتب لائبریری اور فرنیچر کے لئے حکومت مستقل ماہانہ امداد دے۔

۷۔ حکومت مجلسِ مشاورت کو اعزازی مجسٹریٹی بنچ کا درجہ دے۔ تاکہ علاقہ کے باشندوں کو انصاف ملے اور طاقتور کمزوروں پر ظلم نہ کر سکیں۔ ہر شخص کو پورے اطمینان کے ساتھ تعلیمی، زراعتی، تجارتی، صنعتی ترقی کرنے کے مواقع حاصل ہوں۔

۸۔ ان رفاہی جمہوریتوں کے اداروں کو علاقہ کی پولیس کا قانونی تعاون حاصل ہو۔ یعنی مجلسِ مشاورت کی سفارش کو محکمہ پولیس حاکم اعلیٰ کے حکم کی مانند قابلِ تعمیل مانے اور حسبِ ضرورت پولیس فوری ایکشن لے۔ تساہل کی صورت میں متعلقہ عملۂ پولیس کو ڈپٹی کمشنر کی سخت باز پرس کا سامنا کرنا پڑے۔

۹۔ ہر ضلع میں ایسے رفاہی جمہوری اداروں کو ہر محلہ اور ہر بستی میں قانونی حیثیت دے کر قائم کیا جائے اور ہر ادارہ کو ترتیب وار نمبر دیا جائے۔ تاکہ ایسے اداروں کا ریکارڈ اور مالی امداد کا بجٹ بہ آسانی رکھا جائے۔

۱۰۔ ہر ادارہ رفاہی جمہوریت کے مجلسِ مشاورت کے مقررہ پانچ ممبران میں سے دو سینئر ممبران کو اس علاقہ کی ٹاؤن کمیٹی، یا میونسپلٹی یا کارپوریشن میں قانونی طور پر منتخب نمائندہ قرار دیا جائے، تاکہ وہ اپنے علاقہ کی بہتر طور پر نمائندگی کریں۔

تجزیہ

زیرِ نظر "آسان اسلامی آئین" میں نفسیاتی اور اصولی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ تاہم کوشش کی گئی ہے کہ کوئی عنوان تشنۂ بیان نہ رہے۔ اس کو قبول کر لینے کے بعد انہی خطوط پر مجلس رہنمائے آئین و قوانین حسبِ ضرورت ایک ایک موضوع پر کتابچے شائع کرے گی۔ جس سے عوام و خواص کو رہنمائی حاصل ہوتی رہے گی۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلا اور فوری کرنے کا کام یہ ہے کہ عدالتوں

کو قرآنی فیصلے دینے کے لئے حکم دیا جائے۔ اور مجلسِ آئین و قوانین قائم کرکے باقی امور کی طرف قدم بڑھایا جائے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ۶۹
(سورہ عنکبوت)

جو لوگ ہماری رضا کی جدوجہد کرتے ہیں۔ یقیناً ہم انہیں اپنی راہوں پر چلا دیتے ہیں اور اللہ حسنِ عمل اختیار کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

کراچی۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۶۱ء
نظرِ ثانی: جنوری فروری ۱۹۷۳ء

خاکپائے رحمۃ للعالمین
ظہیر احمد تاج

وصیّت

ناچیز کی ساٹھ سالہ زندگی کے فکر و نظر اور علم و تجربات کا نہایت مختصر خلاصہ مندرجہ ذیل تین باتیں ہیں جن میں سے دو اصولی ہیں اور ایک عملی۔ اصولی باتیں یہ ہیں:۔

۱ : دین کا علم حاصل کرنا اور دوسروں کو سکھانا خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (حدیث شریف)

۲ : اپنی معاشی (اقتصادی) حالت کو متوازن رکھنا۔ مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ (حدیث شریف)

عملی بات یہ ہے کہ ان دونوں باتوں کے لئے اللہ جل شانہٗ کی دی ہوئی جملہ صلاحیتوں کو (خواہ وہ جسمانی ہوں یا عقلی یا مالی) یکساں طور پر بھرپور محنت کے ساتھ استعمال کرنا۔

نتیجہ انشاء اللہ دنیاوی اطمینان اور اُخروی فلاح ہوگا۔

یکم ربیع الاول ۱۳۹۳ھ، ۵ اپریل ۱۹۷۳ء

ناچیز
ظہیر احمد تاج

PRINTED BY
PROCESS PAKISTAN
KARACHI

ھو الحق

تحریک فلاح و تعلیم

مقصد | اسلام کی سیادت قائم کرنا۔

حصولِ مقصد کے ارکان | (۱) اشاعتِ اسلام (قرآن و سنّت) (۲) اشاعتِ تعلیم۔ (۳) ترویج اخلاق و سیرت (۴) احترام انسانیت (۵) خدمتِ خلق

حصولِ مقصد کے شرائط | (۱) رضائے الٰہی (۲) خلوصِ نیّت (۳) تزکیہ باطن (۴) [illegible] مال و جان (۵) محنت و استقلال۔

راہِ عمل | انفرادی اور جماعتی اصلاح و تربیّت کے لئے تحریک ف
تعلیم کا دستور العمل ملاحظہ فرمائیں۔